

برقی

سَعَادَتِ حَسَنُ مَدَنُو

www.bookmaza.com

برقے

سعادت حسن منٹو

مکتبہ شعروادب، سمن آباد، لاہور

برقے

سعادت حسن منٹو

مولا حق المکن بیک صبیح منیر مملوادی

انتساب

اُن عورتوں کے نام جنہیں

بُرفِ قعویٰ

سے نفرت ہے !

منلو

ناشر نواز
مطبع مطبعہ یحیٰی
قیمت ۱۵ روپے

فہرست

صفحہ	۱
۹	۱
۱۹	۱
۳۲	۱
۴۲	۱
۵۲	۱
۶۲	۱
۷۳	۱
۸۴	۱
۹۱	۱
۹۹	۱
۱۵۰	۱

پسینہ

میرے اٹھاپ تو پیچھے میں شرابور ہوتا ہے۔
 نہیں۔ کوئی آواز نہ تو پیچھے نہیں آیا۔
 صبح جتے میں تو یہ لے کر نکلتا۔
 تو نے تو سب دھول کے ہاتھ لگے ہیں۔
 تو میں اپنے دھولے سے ہی کپ کا پسینہ پرتی ہوں۔
 ۱۔ ہوا صبح شبنم سے پسینہ نہیں کر کے گا۔
 پسینے کے تھوڑے لمبے نہیں دیکھے جاتے۔ آپ کا یہ کپا ٹیک
 ہے کہ شیش پڑا ہوا نہیں کرکتا۔ لیکن میں کپ کا تو یہ ہوں۔ کیا
 میں کپ کا پسینہ ختم نہیں کرکتی۔
 آج کی زیادہ تھی۔ لیکن یہاں آتے آتے میں قریب قریب
 بہرکوش ہو گیا تھا۔
 اسے مٹا۔

۱۰
 "نہیں۔ میں میں چند مشنوں میں عہدہ پر گیا۔ ایک مدت ملا
 اس نے مجھے، مرن کا شربت پلا دیا۔
 "آلو کا شربت بھی پنا ہے۔
 "ہر شے کا شربت بنایا جاسکتا ہے۔
 "میرا بھی۔
 "تھا، شربت تو میں ہر روز پیتا ہوں۔ لیکن اس کا فائدہ
 اچھا نہیں ہوتا۔
 "شریر کہیں گے۔
 "شربت تو تہدی ہوتا ہے کچھ مٹا میں گندک ٹال بیٹھ ہوں۔
 "کھانا تو آپ کھاتے ہیں۔ میں تو صوفی کی ڈال ہوں۔
 "ماتا ہوں۔ میں کبھی کبھی۔
 "وہ آپ مجھ سے ڈرنا نہ کریں گے۔ اور آئیے۔ میں آپ کی
 ٹالنا آؤں۔
 "اسی آتیا تلفظ کریں کیا جاتا ہے؟
 "آپ بہت کو تلفظ کہتے ہیں۔
 "اس کے متعلق میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا۔ مجھے میں اتنا سمجھ
 کہہ سکتا ہوں کہ اتنی محبت کا اظہار کرنے سے پہلے کبھی نہیں کیا۔
 "آپ بہت کو کیا جانتی ہیں۔

۱۱
 "مندان الرحمت ہی کو جان پہچان نہیں سکتا تو میں کہت ہوں۔ نہ میں
 بھی نہیں۔ کوئی ایس چیز ہے۔ پھر۔ سڑک پر لگا ہوا
 مرد ہے۔
 "اور آئیے میں آپ کی ٹال آؤں۔
 "اس تلفظ کی کیا ضرورت ہے؟
 "میری کجگری میں نہیں آتا کہ آپ تلفظ کی بات کریں کہ میں نے کبھی
 آپ سے تلفظ نہ کیا ہے۔
 "آپ کی بات مری۔
 "آپ اتنے نہیں ہیں۔ یہی اس تلفظ کی وجہ ہے۔
 "میں اتنا نہیں نہیں ہیں۔
 "آپ کس قسم کی کاسہ لے رہے ہیں۔
 "غراب میں ہر شخص سے کام نہیں لے رہا۔ ایک حقیقت تھی جو میں
 نے بیان کرنا۔
 ۱۲
 "میرے پاس تو آئیے۔ یہ آپ کا پسینہ پوچھوں۔ گھٹا ہے
 علاج چکر آپ کے ہیں۔
 "کئی آتی زیادہ بے صلاح نہیں دے اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی مدد و مراد
 بہت زیادہ ہوتے تھے میں آپ کی راہی اس کا بھی اس وقت کے بات کر گئے ہیں۔
 "میں کہتی ہوں۔ آپ اتنے بے فزع کرتے ہیں کیوں نہیں گھوڑیں

ایک گوارے آئے۔

ملا کر کیا خدمت ہے تم خدا بہت بڑی کور ہو۔ اتنی گری میں گھر کا پران
تبدلی باتوں میں نے دیکھی مثلاً ایک بچہ اسی ہے جو ب سے بڑا کور لکڑی کے پتوں پر
آپ نے اب میرا حق ادا، شروع کر دیا۔

اب تک کا تمام۔ میں دیکھتا ہوں کہ کچھ نہیں کرتا۔

میرا نام آپ نے کیوں لکھا ہے؟

اس لئے کہ بڑی سنی ہے۔

یعنی کوئی کوئی تیس لکھی چاہتیں جو مزید ہوں۔

یقیناً۔

آپ سے یہ دیکھی ریت نہیں لکتی۔

میں تو بیٹھ رہا ہوں۔

آپ کب آئے ہیں۔ رات تو بیٹھ میری ہی ہوتی رہی ہے۔

آج صبح اب دلازمہ کالم کرنا چاہتا ہوں۔ میری ضرورت تھی تو

نکال دو۔

اللہ کی رحمت ایک پاکیزہ سوس ہے۔

جیسا کہ ہوگا۔

بھلا نہیں۔ تیرا یہی چڑی رہا جو لوگ نے دیکھی نہیں دھڑکتی۔

ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں تو تیس خود دھڑکتی چاہتیں۔

آپ کو کیا معلوم کہ میں کتنا دہلیز ہوتا ہے۔ جیسے چڑھتے ہیں
دھڑکتے ہیں۔

لوگوں کے دھڑکتے ہیں میں بھی یقیناً چھلے پڑے ہوں گے۔

آپ بیٹھ لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

کیا وہ فضا نہیں۔

میں چھوڑنے اس قفسے کو۔ اصرار کرتے۔ میں آپ کی مائی

آواز دہکتی۔

یہ کوئی اتنی بڑی سم ہے جو آپ سر کرنا چاہتی ہیں۔

میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتی۔ یہ بتائیے کہ آپ کو چلنے میں

تھکات کیوں محسوس ہوتی ہے۔

یہ اتنا زیادہ ہے۔

یہ وہی ہے نا جو آپ نے پہلے بتائیے تھا۔

ہاں۔ وہی ہے۔ آج پہلی مرتبہ پہنچے۔

وہ دیکھ کے نہیں بڑھتا۔

وہ بھر کر ہی لیا تھا۔ پناہ بھی تھا۔ پر۔

چھوٹا کیسے ہو گیا۔

ہر چیز راستہ دیکھنے سے سڑا جاتی ہے۔

یہ عجیب سٹن ہے۔

• غور توں کو اپنے غلوں کی ہر بات مجیب منہ معلوم ہوتی ہے۔

• میں نے کہا اس طرح آئیے کہ آپ کی ٹانگی اٹھادیں۔

• پہلے تو یہ تکلیف نہ ہوتی آنا نہ چاہتا ہوں۔

• بہتر نہایت۔ میں اندازتی ہوں۔

• اب تم اتنی مہربان کیوں ہو۔ پہلے تو.....

• آپ فرمئے نہ بھلائیے۔ بیٹھے لگایا۔

• وہیں سب کرسیاں اس قابل کہیں ہیں کہ ان پر آدمی بیٹھے۔

• میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب میں کا یہ بد بالکل ناکارہ ہو جائے گا

تو میں سب کی سب خشک کر ادوں گی۔

• یہ تمہاری مجیب منہ منہ جس کے متعلق میں نے کچھ کہنا مناسب نہیں

کہا تھا کہ سیدہ تم تلامذہ پر ملاؤ۔

• بات مبالغہ ہے کہ میں جاہلی تھی کہ جب تک یہ کریدوں کام دیتی ہیں

میں کی دست درگاہی ملے۔ کیونکہ انہیں مقررہ وقت پر پھر دست طلب

ہوتا ہے۔ جتنے دن نکل جائیں خشک ہے۔

• میرا خیال ہے تم ہی دست طلب ہو۔

• دیکھئے۔ میں اس بات پر پند نہیں کرتی۔ آپ بڑے بے لگام

کہتے جا رہے ہیں۔

• پہلے میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

• آپ خاموشی ہی پہنچتے ہیں۔

• آپ خاموش کیوں ہو گئے۔

• تم ہی نے تو مجھ سے کہا ہے کہ جب خاموشی ہی پہنچتے تھے ہیں۔

• میں نے تو یہ نہیں کہا تھا کہ جب بڑوں کی غلطیوں سے غلطی ہو۔

• تم مجھے کچھ کھانے کے لئے دو۔

• میں کیا دوں۔ آپ باہر سے کھا کر آج رہے ہیں۔

• تم نے کیے ہاں۔

• آپ کہتے ہیں جادو ہے۔ میں نے اس لئے نہیں کیا۔ منہ آپ کے کسی

بڑوں میں اپنے دست کے ساتھ خاموشی کی ہوگی۔

• خاموشی تو خیر نہیں کی۔ لیکن مجھ کو اپنے اس لئے ساتھ ایک دھت میں

شریک ہونا چاہا۔ اب تم جانتی ہو۔ اچھی طرح جانتی ہو کہ میں نے منہ چند

لحظے میں ٹٹل اور اٹھ اٹھا لیا۔ اس لئے کہ کھانا نہ دیا بیات تھا کہ

میں تیار نہ تھا کہ کھانا نہیں تھا۔

• لیکن یہ چھوٹا پردہ کیسے پڑے۔

• اس لئے کہ صاف دھت تھا۔ مجھ سے دھت چاہل بیٹھے گئے

• چاہل تو آپ سے بڑے بیٹھے گئے رہتے ہیں۔

• اس کو مجھ کو دے۔ مجھے بہت کڑی شرم پر غریب کھانے گرا ہوا تھا اور

۔۔۔ یہ گلاس۔ جگ۔ کوئی پہاں کیا تھا۔ ہا۔

۱۶۔ "ہر پیر کا ایک رسول آئی ہے۔"



”آپ اسے نہیں جانتے۔“ کہنے کی غرض جو میرے ساتھ پڑھتی تھی اس کی اصل یہی مشدہ ہوئی تھی۔ میرے لئے یہی کہانی تھی۔“

۱۰۔ اسی کے کیا بقیہ ہو گیا۔

۱۔ یہ پاک کر لوں بتاؤ۔۔۔ دیے وہ اپنے غار سے بہت خوش تھی۔

”جہالت کو اپنے غلذہ سے خوش ہونا چاہیے۔۔۔ اسی میں اس کی کیا برتری ہے۔؟“

1-2-3

— ۱۰۰ —



”ایسی ایسی باتیں سنائی جو۔ جو مجھے معلوم ہی نہیں تھیں۔“

کتاب کو بھی مستحکم نہ ہوگا۔

اس گفتگو کو چھوڑیے — آئیے میں آپ کے جوتے اتار دوں۔

• حکم میں بھی غور فرمائیے •

”انہیں میں اسکا خوفزدہ کر دوں گی۔ پچھلے ٹھکانے میں تھے۔“



اب اس کے لئے اپنے لئے۔

اس کی وجہ کیا ہے۔۔۔ پہلے تو میں نہیں کہیں اچھا نہیں لگتا ہی

ایک ایک انقلاب کے پرچار

تغلب کیا۔ — یہ شروع ہی ہے آپ سے ملت کتہ ہوں۔ میرا

سدا مدہدہ گیا ہو گیا ہے۔ تو بچا بچو آنا پسند کیوں کرتے۔

— 2 —

11. *Chrysomelidae* (see 10)

میں نے اس پر کئی سوالات کیے اور یہ کہہ رہا تھا کہ



اس خوشے کو آپ کی انگلیوں پر چھپائی ڈال دی ہیں۔

ہر ملک پر امت کا ہاں ہوتا ہے

میں نے کہا: "اے ملک پروردگار!"

10

انہیں — میری ریل نے مجھے بتایا تھا کہ اس کو فائدہ — غیر اہل اس

”یہ ہنسنا دیکھا ہے کہ تم ہم اس قدر کا غلام بن گئے ہو۔“

—2—

۱۶
 "آج ہی اس کے دہری سے سولا ہے۔"
 "اور میں جو سارا سچی لایا ہوں۔"

"وہ اس سے بچ نہیں کرتی۔ خیر میں آپ کے ساتھ چوں گی اور
 اس دکان میں کوئی اور سارا سچی پسند کر لیں گی۔"
 "اس پہیلی نے تم سے کیا باتیں کیں۔"

"آپ لیٹ جاہیے۔ پھر آپ کو پسند آ رہے۔ میں آپ کو
 اس کی تمام باتیں سننا دوں گی۔"

"تم اپنی آسنا سے ایسی باتیں ہر روز سنتا کرو۔ مگر پہلی زندگی
 خوشگوار رہے۔ مگر میرے پسنے کو اپنے دوپٹے سے اسی طرح پونچھیں۔ جو۔
 "آپ کا پسینہ تو اب میرا لہو بن گیا ہے۔"

گھوگا

میں جب ہسپتال میں داخل ہوا تو پچھتے روز میری حالت بہت خراب ہو گئی
 لیکن روز تک بیہوش رہا۔ ڈاکٹر جواب دے چکے تھے لیکن خدا نے اپنا
 کرم کیا اور میری طبیعت سنبھلنے لگی۔

اس دوران کی مجھے اکثر باتیں یاد ہیں، دن میں کئی آدمی ملنے کے لئے
 آتے لیکن مجھے قطعاً معلوم نہیں کون آتا ہے۔ کون جاتا تھا۔ میرے بستر
 مرگ پر جیسا کہ مجھے اب معلوم ہوا دوستوں اور عزیزوں کا انگشتا لگاتا تھا۔ بعض
 دوست، بعض آہیں بھرتے۔ میری زندگی کے بڑے بڑے واقعات میرے لئے انہی
 کا اظہار کرتے۔

جب میری طبیعت کئی قدر سنبھل اور مجھے ذرا ہوش آیا تو میں نے آہستہ آہستہ
 اپنے گرد و پیش کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ میں چلنی دکان میں تھا اور دکان کے
 افراد داخل ہوتے ہی داییں ہاتھ کا پیرلاٹھ میرا تھا۔ دیوار کے ساتھ مجھے
 کی اندری تختی جس میں خاص خاص دھاتیں اور اکاٹ جڑا تھی تھے دیگر سامان

۲۱
 بھی تھا۔ مثلاً گرم پانی اور برت کی بڑی کھیللیں، تھراپیٹر بستر کی
 چاندی کی کپلی اور دھاتی ویفرہ اس کے علاوہ اور بے شمار چیزیں تھیں جن
 کا میں نے میری گھبراہٹ نہیں آتا تھا۔

کئی دسیر تھیں۔ سچ مات نیک سے دہنے دہرتک دہنیے سے
 شام کے سات بجے تک چار چار نمروں کی ڈلی اس وارڈ میں کام کرتی
 رات کو صحت ایک نری ڈیلی پر ہوتی تھی۔

رات کو بے نیند نہیں آتی تھی۔ چون تو کھڑا نہیں بندھے بیٹا رہتا
 لیکن کبھی کبھی غم منی باتوں سے افسردہ اور دلخیز رہتا کہ کیا جو مہلے
 ان دفن جوڑ کس رات کی ڈیلی پر ہوتی تھی۔ وہ اس قدر مختصر تھی
 کہ اسے کوئی بھی اپنے جوتے میں ڈال سکتا تھا۔ گہرا آواز بنگ پر
 اٹھتا ایک غلام۔ ہر صبح وہاں پہنچ کر نوری قوت۔ آرتا اور جے
 کی سیدہ سناٹا لڑکی تھی۔ مردم نہیں تدوین کے ساتھ اس قسم کا غیر
 شاعرانہ مسلک لکھوں کا تھا۔ کہ وہ شعر تھی در باقی۔ دہن البت
 تمام البت کی ایک نئی مردم ہوئی تھی۔

ہر نمروں کا کوئی نہ کوئی چاہنے والا موجود تھا۔ مگر اس غریب کا کوئی
 بھی نہیں تھا۔ میں نرنگ کے بچے کو یاد رکھوں اس کی موجودہ گراؤں کے
 احترام کی تعمید دیتا ہوں اس کے لیے اس نمروں سے جس کا نام میں
 جب تک تھا۔ بڑا کم ہوا تھا۔ اس سے کوئی مرضی دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

۲۲
 ایک شام کو جب وہ آئی اور میرے بستر کے پاس سے گزری تو میں نے
 اپنی تھیم آواز میں اس سے کہا۔
 "اسلام دیکھ کس جیکب۔" اس نے میری آواز میں لی فوارک کر اس
 نے جواب دیا۔ سلام دیکھ۔

میں اس کے بعد میرا بکسور ہو گیا کہ جب وہ ختم کو ڈیلی پر آتی تو رات
 میں داخل ہوتی سب سے پہلے کس کو میری اسلام دیکھ سناؤ دیتی تھی میں نے نور
 پر لگی تھی لیکن سچ راز سے پہنچا بیٹے ہلکے جتنا میں جیکب رات بہر کے جگہ پر
میں نے نور پر پہنچے میں صوت ہوئی جب میں بستر کے پاس آئی تو میں پہر
 اسے سکھ گئی۔

اسلام دیکھ کا پیکسل بڑا دلچسپ ہو گیا۔ وہ اس لٹاؤ سے چلائی کہ
 وہاں میں کہیں کرتا ہوں چاہتا ہوں نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ میں تھیم
 لے جاتے مگر اسے ناکامی ہوئی۔ لیکن ایک دفعہ میرے سر سے جیکب زیادہ دیر تک
 ہلکے کے باؤٹ بری ہتھو لگ گئی تھی۔ جب وہ میرا پڑ پڑ پڑنے کے لئے
 آئی تو میں نے اپنی پیشین آواز کو نور دلو بنار کیا۔

سلام دیکھ۔
 میں جو تک چڑا۔ اسکھیں کھوں میں۔ تو دیکھا کس جیکب کا مختصر
وجود میں سے کھڑ مسکرا ہے۔ میں نے بڑی فرخندہ سے اپنی حکمت
 تھیم کی اور اس کے مطابق مناسب دھڑوں مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر پڑا

۳۳
 کہے جواب دیا، علی السلام سے جب آپ نے کلام کر دیا۔
 وہ بچہ خوش ہوئی۔ چنانچہ اس خوشی میں اس نے میرا وہ مرتبہ چکر بڑھ
 لیا کہ پہلی دفعہ اس نے قرآن پڑھ کر اس طرح پڑھا کہ میں سمجھتا تھا۔
 ایک حالت جیسا کہ پہلے بیان کیا تھا کہ اس نے قرآن پڑھا اور میں بد بادر اپنی گھڑی
 دیکھ رہا تھا کہ وہ کون سے کتنی درجے پہنچے۔ جب کہ اس نے اپنی دھنسی
 آنکھوں سے دیکھا کہ میرے واسطے جو چیز چاہی ہے اس کے ساتھ لکھا ہے
 میں جبکہ اپنے کا اعتقاد کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ ایک مرتبہ جو میرا تھا اس
 سے پہلے میرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

پھر وہ حالت تھی۔ اسی نے میں اس کی گفتگو سن سکتا تھا۔ وہ فرس
 سے بڑے تھیں۔ تم نے اسے شوق کا اظہار کرنے کی سعی کرنا چاہی وہ کہہ دو
 چنانچہ اس کی مانند میں کا صاحب ایک سب سے بڑا بھائی تھا۔ وہ میرا
 اس سے غائب ہوا۔ اس صاحب نے۔ کیا اس وقت آپ نے اپنے
 کی گول دے سکتی ہیں۔

اس جبکہ خفا رہا۔ اس نے میری صورت دیکھی۔ اس نے میری
 طرف دیکھا۔ تم میرے دیکھ کر اس کی مانند میں سے جو چیز بستر
 کے قریب تھی۔ اس پر یہ ایک گولی نکال کر اس کے گولے کوئی۔

رات کے وہ بڑے تھے۔ میں جاگ رہا تھا۔ لیکن میری آنکھیں بند تھیں۔ جب
 اس نے میری قریب سے گزرتی تھی کہ وہ میری قریب میں تھی کہ اس نے

کی گولہاں نکال رہا ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کوئی سپر چوری کر رہا ہے میں
 نے کوئی مداخلت نہ کی۔

میں نے دیکھا کہ اس نے میری قریب سے گزرتی تھی کہ وہ میری قریب سے
 کے کچھ پانی میں میرے اس کے ساتھ ساتھ کیا کرتی تھی اور میرے کی شریر
 تھی چنانچہ کہ اس نے میرے یہ کہہ دیا کہ کون ہے؟

اس کا نام تو چھوڑ دیا گیا۔ آپ اس کے بارے میں کہیں
 پوچھ رہے ہیں۔؟

میں نے اس سے کہا۔ تم جانتی ہو کہ میں اس کا نام نہ لگاؤں مجھے ہر
 شخص سے دلچسپی ہے خواہ وہ میری ہی کیوں نہ ہو۔

اس میں کیا بات ہے؟
 جو تم نے کہا ہے۔ تم شریر ہو۔ وہ چمک رہا ہے۔

میرا حق کو میری بات ناگوار معلوم ہوتی۔۔۔ شرارت اور چوری
 کہ آپ ایک ہی بات سمجھتے ہیں۔

وہ میرے ہاتھوں میں سے کچھ پر تو میری چوری میری تھی۔ میں نے اپنے
 کو وہ دیکھا کہ اس نے اس کے گولے سے چپٹ لگائی۔ اور کہا۔

میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ تم میرے سوال کا جواب دو کہ وہ کون ہے
 کے یہ کہہ کر میری تھی۔ اس کا کیا نام ہے؟

فیر سے جواب دیا۔ گھوڑا۔

۱۰ کیا نام ہے؟

۱۱ جیسے۔ مجھے دیکھ رہا ہے؟

میں اس سے کچھ اور پوچھ رہی ہوں کہ میرے ابا کی پوتی سرخ پانی
اور اس میں ایک سی دی دھان کی پیکس ڈال کر سونے سے سونے ہونے
بازوئی کھیر دے۔ مجھے سخت درد ہوا اس سے میں گھر کو کھینچ لی گرتے
نہ خدا آگئی۔ یہ دیکھ کر مجھے چار دیواری آگئی تھی ان دنوں جو
گھٹو ہوا اس سے مجھے صدم ہوا کہ جس بڑے بچے کا سر میں ان دنوں نے مل
کر تجر کر لیا ہے۔

خدا نے بچے میری زیر پرستی پر بھی — پھر کیا۔ "خیریت تو ہے ایک
گھر کے متعلق پوچھ رہے تھے۔"

میں نے دو کے باعث خدا کی عین کی کہ گھر کا ہلے جنم میں۔ اور
تم بھی اس کے ساتھ۔

خدا مسکراتی۔ "میں تو اس کے ساتھ جینے کی آخری حد تک ہلنے
نے تیار ہوں۔"

میرے بچے — "کیوں؟"

خدا نے جواب دیا۔ "وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اس سے محبت
کرتی ہوں۔"

میرے بچے نے پوچھا۔ "اور بڑے بچے کیلئے؟"

ہے۔ پھر اب — ابھی نہیں کر سکتے۔ گھر کے بارے میں — ابھی نہیں
گھر سے کچھ دیکھا کہ وہ اپنے مکان میں نام لکھوا گا۔"

خدا نے کھنکھائی لیکن میرے سر پر ہی — وہ وہ مکان کیا دو
انٹیں بھی تھیں نہ نام نہیں لگے گا۔ وہ گھر ہے — بہت بڑا گھر۔ تم
اس کو ابھی تک نہیں پہچانتی ہو۔

اس کے بعد مجھے چند روز میں اس سے مراد میں کے متعلق عجیب و غریب باتیں
معلوم ہوئی تھیں کہ میرے خدا نے خدا کے گھر کا نام دے رکھا تھا۔

اس کا نام غلام محمد تھا۔ اسے غلام محمد کی بیٹی کی کسی شادی سکول کا
ریتا ماسٹر۔ اس کو دے گا میں تھا بڑی شہ پر قسم کا وہ تھا جب سے وہ
پڑتا تو سارا مادہ اس کے گھر میں لے جاتے تھے۔ میرے ساتھیوں کے زہر میں سے
گھنٹیوں کو بچتی رہتا لیکن اس حالت میں بھی وہ غلام محمد کی بیٹی سے نہ تھا۔

اس کی عمر چالیس سے کچھ اوپر ہو گئی — مگر گھر وہ تھا — میری
اس سے محبت ہوتی تو اس نے مجھے بتایا کہ اس نے خدا کی بیٹی سے
کی کہ وہ دے گا میں ہے کسی شادی کی زندگی میں خراب کرے۔

اس کی وہ بیٹی تھی جو میری اس سے کچھ چھوٹی تھی۔ یہ بھی کوئی بیٹی
ان کے متعلق مجھے موت آتی ہی معلوم ہوا کہ کڑی بیماریہ مزید ہے اور چھوٹی
اشافی۔ یہ وہ دن بلاناظر تھیں اور گھر کے پاس اپنے رفیقوں سمیت
ایک آدھ گھنٹہ بیٹھ کر وہ پس چلی جاتی تھیں وہ اس کے شے اور وقت کے

۷۸
میں نے کہا بار دیکھا کہ پہلے اس نے کسی نرس سے دسی بات چیت کی اس کے بعد بستر پر سے اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ کچرکس بھڑکے اور یہ کہ وہ غریب اُن گئی اور اس نے جو دانا کھائی امدادی میں سے نکال کر اس کو دے دی کہ چشما مانگے۔

قریب قریب ہر نرس اس سے متفرق تھی۔ مجھے خود وہ بہت پسند تھا۔ میرے بستر کی طرف رخ کرتا تو میں چلاؤ اور ڈھول لیتا تاکہ اس کو یہ معلوم ہو کہ میں سو رہا ہوں۔ اس کا بات چیت کا انداز مجھے کچھ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اسے کبھی براشت نہ کیا۔

مگر سے وہ تین مرتبہ اس نے چند روپے بطور قرضہ لئے اور انہیں مذہبیہ مجھے اس کا کوئی خیال نہ تھا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ پندرہ روپے اس نے مجھ سے اس نے حاصل کئے تھے۔ کہ اس کو کس روپے کی خاص دے اس کے لئے خرچ کرنا پڑے تھے۔ جو ہسپتال میں نہیں تھی۔ تو میری طبیعت بہت کھلے ہوئی اور میں نے دل میں ہی اس کو سیکڑ دیا گا میں دیں۔ پھر تمام ڈاکٹروں پر اس کے ذیل کو روکی دناست کر دی۔

وہ پہلے میری بتاتی ہوئی باتیں نہ اس نے اہل نے کبھی ایسے مرض دیکھا تھا نہ سنا۔ مگر دوسروں سے پوچھ گچھ کے بعد ان کو حقیقت معلوم ہو گئی اور انہوں نے گھوڑے کو دھت کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ مجھے اس کا علم تھا چنانچہ میں نے صفحہ اپنا دل مشتاق کرنے کی خاطر اس کو اپنے پاس بلوا اور کہا۔

• خانہ کے آپ کی پرسوں جانے والے ہیں۔
گھوڑے نے اپنے پیچھے سر پر ہاتھ پھیرا اور قہقہہ کا اظہار کیا۔
• بڑے ڈاکٹر صاحب نے قہقہے سے کہا تھا کہ یہ دیکھو اے وہ۔ امدادی ایک ہسپتال کی ہے جاکھوں۔

میرا دل ڈوبنے لگا۔ ایک ہینڈ اور۔۔۔ تیس دن مزید چھریوں کے۔۔۔ نرسوں کے پیچھے چلنے اور ہاتھ ملنے کے وہاں آگئے۔
• بڑے ڈاکٹر صاحب بہت نرم دل تھے۔ میں نے سوجا یقیناً گھر گئے تھے اپنے مخصوص سونے کے ایس ایسے انداز میں ان کی منت مہلت کی ہو گئی اور انہوں نے اپنا دیکھا چھڑانے کے لئے اس کو ایک ماہ اور ہسپتال میں رہنے کی اجازت دے دی ہو گئی۔ مگر اس دن گھر کا انتہائی انداز کے نام یہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

• میں کی جا رہا ہوں۔
• مجھے بڑی خوش ہوئی۔ مگر ڈاکٹر صاحب آپ نے تو ایک ہسپتال پہنچے لیکن ابھی ابھی۔

اس نے آہ سہج کر جواب دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ تھوڑا کھانا کھا کر سو چکا ہے۔ اب تم گھر نہیں کام کر دو۔
• میرے لئے کیا بہتر ہے۔

لیکن گھوڑے کا چہرہ بتا رہا تھا۔ کہ گھوڑے اسے چھڑنے کے لئے وہاں

نہیں نہیں گی۔ نہیں بھی نہ ہوں گی۔ جھلک نہ گا دیں۔
 میں سچ چار سائے چاند کے قریب سویا۔ میں نے آنکھ کھلی۔ لیکن
 حق میرے پاس کھڑی تھی وہ اصل اسی نے مجھے جگایا تھا۔ میں نے اس کی
 طرف دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ مجھے کوئی خبر سناتا ہوا تھا ہے مجھے زیادہ
 دیر تک انتظار نہ کرنا پڑا۔

سکھیں در چٹری سے میری بستر پر چند عزیز مرئی کھینچیں مارنے کے بعد اس
 نے مجھے کہا۔

”گھوگا گیا۔“

میں نے کہا۔

”اے کھتا تھا۔ کہ وہ جا رہا ہے۔“

میرے سامنے ہونٹوں پر سکڑی ہوئی سکڑا ہٹ منہ دہر ہوئی۔ اور
 وہ بھی گئی۔

”مہلے پہنچا۔“ کوئی۔“

مہلے نے جواب دیا۔ ”۔۔۔ وہ مس جلیب۔“ جس کے منتظر
 آپ کہا کرتے تھے۔ کہ اسی منتظر کہ بڑے میں ساکن ہے۔ لیکن گھر کے
 کے پاس تو کوئی بڑا نہیں تھا۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ کہ مس جلیب کو گھر کے میں کیا منتظر کیا گیا گھر کے
 مس جلیب میں کیا غریب دکھائی دی۔ لیکن میرے بعد مس جلیب نہت ڈوٹی

ہر تھی۔ جب وہ سچ میرے بستر کے قریب آئی تو میں نے زور سے اسے حکم کیا
 اس نے چٹک کر بھی اکاڑ میں اس سلام کا جواب دیا اور میرا پیٹ پر چڑھنے
 بیٹھ چلا گئی۔

سات دن جب وہ سہری تریں مائیں تو مہلے نے میرا بدن پوچھنے کے لئے
 گرم پانی تیار کرتے ہوئے اپنے سامنے ہونٹوں پر کھینچیں سکڑا ہٹ پیدا کرتے ہوئے
 کہا۔ ”گھوگے کے پاس بڑا نہیں تھا اس لئے آپ کی مس جلیب نہیں
 آکر مہلے سے آئی۔“

مہلے نے پوچھا۔ ”کیا ہوا۔“

مہلے نے گرم گرم پانی میں ترکیا ہوا تو میرے بازو پر رکھ دیا۔
 ”کچھ خاص تو نہیں ہوا۔“ مہلے مس جلیب کے کانوں کی وہ سونے
 کی بائیں تم برنگی ہیں۔ شاید گھر کے کہ بہن کے کان نیچے ہوں گے۔

مستحق

ادھر سے مسلمان اور ادھر سے ہندو اچھی ملک آباد ہے تھے کیسے اس
کے کیسے مجھے پڑے تھے۔ مجھ میں تباہی دھڑکنے لگی تھی۔ قاتل کوئی جگہ نہیں
تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس میں تھوڑے جاسے تھے۔ خیر کا کافی ہے اور
حفظ نہایت کا کوئی انتظام نہیں۔ بیماریاں پھیل رہی ہیں اس کا پتہ
کس کو تھا۔ ایک اضلاع اور غصہ بڑا کا نام تھا۔

سنگوں کا اکٹلا تھا۔ ننگا ارچ کا سینہ۔ ابرو اور آنکھ دونوں
 غلٹ رضا کاروں کے ذریعہ سے صفحہ خوردگی اور ہجوم کی بربادی کا متحسین
 عام شہوت جو چکا تھا۔ سینکڑوں مرد عورتیں لڑکے اور لڑکیاں کس کس
 خیز میں جبر سے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کو سرگرم مل دیکھا تو بچے
 لڑکے قہر خیز شہوت حاصل ہوئی۔ — یہی حوادث ان کی بربادی
 کے اہم شائد کے اکٹلاش میں ضرورت تھا۔ جو مصیبتیں مل چکی تھیں ان کو

مزبور ٹکسٹ سے پتا چلتا تھا۔ کہنے۔ اگلے کے اس کا دامن مزید صبر اور تحمل سے آلودہ ہو۔ اگلے کے وہ جلدی جلدی اپنی خون سے شکاری ہوئی انگلیاں چوڑے انداز پر ہم غصہ کے ساتھ دس ترغویں پر جبر کر دینی حکمانے اس کے کہ وہ فیضیت اسوئی اصلاح کے کر میت تک داسرہ انگلیاں بند کئے ہی صبر کے چاک زور کرے۔

کچھ عہد میں نہیں آیا تھا۔ لیکن من رضا کاروں کی جدوجہد پھر بھی قابل
قدر سمجھتی تھی۔

ان کو سیکڑوں، خنجروں کا سامنا کرنا پڑا تھا ہر جہوں کی گولہ تھے جو انہیں
 اغوا کر رہے تھے۔ کمزور جہوں نے عورتیں اور لڑکیاں الٹی تھیں۔ سید
 تھے آج اور اس کی دھڑا بھی اس کے لیے تھی، ابھی اس کے لیے تھی اور پھر اس کے
 کے انہی بھی ان کا مدد نہیں کرتے۔

عجب عجب داستان سننے میں آتی تھیں۔ ایک بیٹا اس فن سے بے جا یا کہ سہارنپور میں دوڑا کہیں نے پاکستان میں اپنے والدین کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ دوسرے نے جیسا کہ قبیلہ میں نہایت شہرت میں ایک بڑی گناہگار تھا تو باپ کے سہارنے کا فیصلہ نہ کر سکا اور اس کی جیسے وہ من کی ہوئے۔ اور کئی دور دراز سفر پر جا رہی ہے۔ کئی لوگوں نے سنا ہے کہ والدین کے خون سے خود کشی کر لی بیٹھیں مدد کی کی تاب نہ لا کر پاگل ہو چکی تھیں کچھ ایسی ہی تھیں جن کو شراب کی لذت چڑھ چکی تھیں وہاں کو پکس علق تو پی کی بجائے شراب

ناعتیں۔ اور نیک نیتی کا یہاں بھتیجی : —

میں ان پر آمد کی ہوئی روکیوں اور صورتوں کے متعلق سوچتا تو میرے
ذہن میں صورت مجھے برونے بیٹا اٹھتے۔ ان بیٹوں کا کیا ہوگا؟ ان
میں جو کچھ نہیں ہے، اسی کا ایک کون ہے۔ چکستان یا ہندوستان؟
اور وہ نو بیٹیوں کی پادری — اس کی اہرت چکستان اور اسے گا
ہندوستان — کیا ہے؟ سب غلامِ حضرت رہا ہی کھلتے ہیں دھنچ ہوگا مگر
کیا اس میں کوئی سونہ خال رہ گیا ہے؟

برآمدہ عورتیں آنکھیں نہیں — برآمدہ عورتیں جا رہی تھیں۔

میں سوچتا تھا کہ وہ عورتیں معزز کیوں کہہ سکتی ہیں — انہیں
افراد کہ کیا کہیے۔ افراد تو ایک بڑا دماغ ایک فعل ہے جس میں مواد
عورتوں دونوں شریک ہوتے ہیں تو ایک ایسی کھالی ہے جس کو چاند نے
سے پہلے دونوں دروں کے ساتھ تدریجاً شستے ہیں — لیکن وہ افراد
کیسے ہیں۔ کہ ایک نیتی کو پڑا کو مٹھ میں قید کر لیا۔

لیکن وہ زمانہ اب تھا۔ کو شستو، استیلائی اور حنفی پرکار چیزیں
تھیں — ان دونوں میں طرح کی سرسوں میں بھی مردانہ اور کھڑکیاں بند
کر کے سوتے تھے اس طرح میں نے بھی اپنے دل و دماغ کے بھی سب کھڑکیاں
اور مردانہ بند کر دیئے تھے حالانکہ انہیں کھلا رکھنے کی زیادہ ضرورت اسی
وقت تھی — لیکن میں کیا کرنا — مجھے کچھ سوچنا نہیں تھا۔

برآمدہ عورتیں آنکھیں نہیں — برآمدہ جا رہی تھیں۔

وہ آمد اور برآمدہ جا رہی تھی — تمام تاجروں کی ضرورت کے
ساتھ۔

اور صفائی امت از نگار اور شاعر اپنے نظم اٹھائے شکار میں مصروف تھے
لیکن انہوں نے اور انہوں کا ایک عجیب تھا جو انہیں چلا آکر آتا تھا ان کے
قدم اکڑ اکڑ مارتے تھے اتنے سہ تھے کہ سب کو ہلکے کرتے۔
ایک یازوں انٹر مجھ سے ملا کہنے لگا — تم کیوں کم سن رہتے ہو۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس نے مجھے ایک داستان سنا دی۔

میں نے عورتوں کی تلاش میں ہم دہائیہ اور ہجرت میں ایک شہر ایک
گاندے دوسرے گاندے — پھر قریب گاندے — پھر چوتھے گاندے گلی گلی
کھلے — کہتے کہتے — بڑی شگلوں سے گونہ تصور ہاتھ آتا ہے۔

میں نے دل میں کہا۔ "کچھ گویا — کچھ ناسخ — یا سفت؟"

نہیں معلوم نہیں — یہاں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میں نہیں ایک
بات بدلنے والا تھا۔ ہم ہاتھ کے اس پر سینکڑوں ہجرت کر چکے ہیں۔ عجیب
بات ہے۔ کہ میں نے ہر ہجرت میں ایک ملتان بڑھایا اور کھانا — اجڑ
ٹھہر کر تھی۔ پہلی مرتبہ میں نے اسے حاندہ کی بیٹیوں میں دیکھا۔ پریشان حال
ملتان دماغ۔ دورانِ فرماں آنکھیں گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہیں بھٹے بھٹے

عینے سوہا۔ ایک تلاش اور حیرت کو جو ہم — لیکن پہلی
کو کیوں اتنا یقین ہے کہ اس کی بیٹی پر کوئی کراہی نہیں ادا کتنی کوشش
تیز دھار خیر اس کا گریں کی حالت نہیں جو وہ ملے۔

کیا نہ امر حق — اس کی اساتذہ حق — مائت توفیر امر حق
ہے — پھر کیا نہ اپنی مستاذ حوٰنہ ہی ہے — کیا اس نے اسے
کسیں کھو دیا —

تیسرے پیر سے چوتھے پیر کے لئے اسے دلچسپا۔ اب وہ بالکل یہ سمجھ گیا
 میں تھی۔ قریب قریب تنہا۔ میرے لئے کپڑے دینے۔ لیکن اس
 نے قبول نہ کئے۔ میرے اس سے کہا۔ "مائی میں سچا کہتا ہوں تیری
 روک ٹوک پہ ٹال ہی میں قتل کر دی گئی تھی۔"

اس نے پھر اسی فریضہ یقین کے ساتھ کہا۔ "تو بحث کہتے ہیں۔"
میرے پاس سے اپنی بات سنانے کی خاطر کیا۔

’نہیں یہ سچ کہا ہوں گا نہ پیٹ لیا ہے تم نے۔‘ چلو یہ ساتھ
یہ تم کو پکارتا ہے چلوں گا۔

اس نے میری بات دیکھی اور بڑھانے لگی۔ — بڑھاتے بڑھاتے وہ ایک دم پر تھی۔ اب اس کے ہاتھ میں یقین فوطہ ہے جس پر وہ غریب مسکرت ہے۔

نہیں مہرے بڑی کو کوئی قتل نہیں کر سکتا۔

اور وہ بھی گئی۔ —
اپنی سرزمین تماشائی۔ —

منا بڑا پھیل چھپا۔ بڑا تندرست اور تلخے نیچے نقشوں والا۔

جب یہ دونوں اس پہلے کے پاس سے گزرے تو دونوں ایک دم متحک
گئے۔ "وہ تو مجھے ہٹ کر حوریت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کچھ اس جہانک طور پر
کڑکھانے اپنا چہرہ سا گڑبگڑٹا اٹھا بیٹھے کی دھن ہوتی چادر پر چوکتے
میں مجھے ایک ایسا لگوئی جیسے وہ نفرا کیا جس کا من بیان کرنے سے میری
زبان عاجز ہے۔

میں دن کے بالکل پاس تھا۔ سکھ فوجوان نے اس حسن و جلال کی
دراوی سے حد لگ کر حوریت مندہ کرتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔
"تھک رہی ہیں۔"

لاکھ نے ایک لمبے کے نے پہلے کہ حوریت دیکھا اور گڑبگڑٹا چہرہ ڈالیا اور
سکھ فوجوان کا بازو پکڑ کر بھینچے ہوئے پیچھے میں کہا۔
"چلو۔"

ابو وہ دونوں سڑک سے دھرم زداشت کر تیزی سے گئے لیکن
پہلے چلائی۔

"بھاگ بھری۔ بھاگ بھری۔"

وہ سخت مسرور تھی۔ میں نے اس جاکر پوچھا۔

"کیا بات ہے ابھی۔"

وہ کانپ رہی تھی۔ "میں نے اس کو دیکھ لیا۔ میں نے اس کو دیکھ لیا۔"

مہنے پر چھا لیجیے۔

اس کے دھتے کے نیچے دو گڑبگڑٹوں میں اس کی آنکھوں کے بے نور ڈھتے
متحرک تھے۔

"ایسا بھئی کو۔ بھاگ بھری کو۔"

میں نے پھر اس سے کہا۔ "وہ سر پہلے پہل ہے ابھی۔"

اس نے نیچے کر کہا۔ "تم جھوٹ کہتے ہو۔"

میں نے اس مرتبہ اس کو پورا یقین دلانے کی خاطر کہا۔ "میں خدا کی قسم

لگا رہتا ہوں۔ وہ سر پہلے ہے۔"

یہ سنتے ہی وہ پہلے جوک میں ڈھیر ہو گئی۔

خط اور اس کا جواب

نشیون!

نشیون! میرا نام آپ کے لئے بالکل نیا ہو گا۔ میں کوئی بہت بڑا اور
 نہیں ہوں۔ بس ایسی کچھ اندازہ ٹھہرتی ہوں۔ اور چڑھ کر پیدا ہو سکتی
 ہوں۔ لیکن اچھے لب کو کچھ کی کوشش مزید کرتی ہوں اور میں سمجھتی
 ہوں کہ اس کوشش میں کامیاب ہوں میں اور اچھے ادیبوں کے ساتھ آپ
 کے اندر بھی بڑا دلچسپی سے پیش ہوں آپ سے مجھے پرہیز ہے۔ موضوع
 کی امید ہے اور آپ نے حقیقت پر رہنا موضوع پیش کیا لیکن جو موضوع
 میرے ذہن میں ہے وہ کوئی اندازہ نگار پیش نہ کر سکا یہاں تک کہ سادہ سن
 (کشتہ بھی جو انصاف اور حیات کا اہم پیغام کیا جاتا ہے)۔

ہو سکتا ہے وہ موضوع آپ کی زبانوں کے موضوعات کی تعریف ہو اور
 کسی وقت بھی آپ اسے اپنی کہانی کے غلبہ کو میں لیکن پھر سمجھتی ہوں

کہ ہو سکتا ہے سادہ سن میں خط آپ کے نام اندازہ نگار بھی اس موضوع سے
 جنم پزیر کر جاتے۔ اور تھے کہ اس موضوع کو نکال کر لے کر ساری قوم تنگی
 ہو رہی ہے۔ اور اندازہ نشو و نما کو تنگ دیکھ نہیں سکتا۔

آپ کی صمیم الفروشی کے پیش نظر میں اس خط کو اچھا نہیں چاہتی
 اور صاف الفاظ میں کہہ دینا چاہتی ہوں کہ وہ موضوع ہے۔

چاہے ماحول کے مروجہ کام کے غرضوں کے ساتھ نیز غرضی نعت۔ مختصر
 انداز میں آپ کوئی بھی اس طرح سے لکھتے ہیں۔

میرا لب لب بھی تھا۔ میں بہت عرصے سوچ رہی تھی کہ اس
 بارے میں کچھ کو خط لکوں اور آخر حیرت کر لی۔ سوائے نشو و نما کو کوئی اس
 موضوع کو بے نقاب نہیں کر سکتا۔ اگر میرے قلم میں زور ہوتا تو میں نے
 کبھی کی کہانی بھی ہوتی۔

والہم

آپ کی بہن (میں پہلے سن نام نہیں دے دیا)

نوربت شیریں بی بی

جب مجھے یہ خط ملا تو میں سوچنے لگا۔ کہ اس کی کون ہے۔ ہاں میں کہاں
 کا نام شخصیات اور حیات ہوں گی اس نے مجھ سے رجوع کیا۔

جب یہ خط ملا تو اتفاق سے میرے دوست مرحوم غلام احمد رشتہ دار
 سے شغف رکھتے ہیں اس کے علاوہ ریل اور ٹریفک کے علم میں بھی طالب علم ہیں

۴۲
 قوی نے انہیں یہ خط پڑھنے کے لئے دیا اور کہا
 "دلفی صاحب میں نے اس کے متعلق جو رائے تمام کہے وہ محفوظ ہے۔"
 میرے ایک اور دوست جن کا نام دست میر ہے۔ اس سے میں اپنی رائے
 بیان کر چکا تھا۔

دلفی صاحب نے یہ خط پڑھا۔ اور اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے کہا
 "یہ صورت اگر واقعی صورت ہے اور شادی غرض ہے جو کہ پڑنا چاہیے
 تو اس کے غائدہ کی منظم ہڈی کا شوق ہے۔"

میں نے دست میر سے یہی کہا تھا۔ اپنی بیوی سے بھی۔ مگر وہ
 مانتے نہیں تھے۔ میری بہت سی باتیں لوگ نہیں ملتے۔ میں وہ بیخبر
 نہیں ہوں۔ کوئی دل بھی نہیں۔ لیکن اپنی استقامت کے مطابق وہاں
 کو کھینے کی کوشش مزید کرتا ہوں۔

میں نے بھی وہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔ جو میرے دست دلفی صاحب
 نے کیا۔ میں نے ان سے اور دست میر سے مشورہ کیا کہ میں کس صورت کے
 خدا کا کیا جہاں ہوں۔
 دلفی صاحب نے کہا۔

"منظم صاحب۔ آپ تم سے پوچھتے ہیں ایسے خوں کا جواب دینا
 آپ ہی کا کام ہے۔"
 میں نے ان سے کہا۔ دلفی صاحب میرے لئے یہ بہت مشکوک ہے

۴۳
 میں کوئی ڈاکٹر حکیم نہیں۔ میں تو صحت مند خاتونوں میں جو کچھ مجھے کہنا
 ہوگا۔ سکھادوں گا۔
 انہوں نے کہا تو سکھادوں۔
 "صحت مند ہے کیسے سکھوں۔"

"جب وہ کھتی ہے کہ مردوں کا کام تو مردوں کے ساتھ ہے غری خوں ہوتا
 ہے تو کب کیوں اس کے جواب میں ایسے ہی خاتونیں مناسب دومزد جواب
 نہیں دیتے۔"

میں نے ان سے کہا۔ "جیسے مناسب دومزد ان کا نہیں ہے جن
 میں ان کا جواب سکھ سکوں۔"

انہی حقیقت ہے کہ خود کو خاتون سیر۔ (تھا)۔ لیکن دست
 میر نے کہا۔ "منظم صاحب آپ گفت سے کام لے رہے ہیں تم کو پوچھتے
 اور جوابی خط لکھ ڈالتے۔"

میں نے قلم پکڑا اور عکبت شروع کر دیا۔
 "خاتون مستم!"

میں آپ کو اپنی بہن جاننے کے لئے تیار نہیں اس لئے کہ مجھ پر بہت
 سے فریق خاتون مستم کے آپ میرے لئے خاتون مستم ہی ہیں کی اس
 لئے کہ یہ رشتہ زیادہ مناسب دومزد ہے۔

مجھے عورتوں سے درگاہ ہے جو کہ اس سے کہ آپ کسی مرد کے بیس میں

عزت و نفی ہوں لیکن میں آپ کی تحریروں پر اعتبار کر کے آپ کو ایک صورت
تفہیم کرتا ہوں۔

آپ کے خود سے جو کچھ میں نے اخذ کیا ہے۔ وہ میں مختصراً عرض کرتے
دیتا ہوں۔

میں یقیناً بہت بے دم انسان نہ ہوں۔ میرے سامنے لاکھوں
موضوعات پیش ہیں اور جب تک میں زندہ ہوں پرشہ سے روٹی کے۔ شرک
کے ہر پتھر پر ایک انسان گذرے گا۔ لیکن میں کیا کروں اگر کسی خاص
موضوع پر غور کرتا ہوں تو مسئلے کا تحت اٹھتا ہے۔

آپ کو شاید مسلم ہو کر عجیب پر آپ تک چھ مہرے چل چکے ہوں۔
غرض نگاہ کے سلسلے میں۔ "میری نگاہ میں نہیں آتا کہ میں غرض نگاہ
کیسے قرار دیا جاتا ہوں جب کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک بھی گالی کسی
کے نہیں دی کسی کی ماں بہن کی عزت بڑی قوموں سے نہیں دیکھا۔ نیز
یہ میرا عہد و وقت کا آپس کا جھگڑا ہے کیونکہ اس سے کیا واسطہ۔"

میں یقیناً بے دم انسان نہ ہوں و جن سببوں میں آپ نے بے دم
استعمال کیا ہے، آپ نے جس جذبے کا انہماک کیا ہے کہ میرا شہر آپ کے
پیش قدمی پر غور کرنا ہے چشم پرشہ کی طرف توجہ ہے۔

میں علامہ اقبالؒ کے ترجمے کے اس قول کا تعلق ہوں کہ
"جو غرضی حیات اندر غرضی"

حیات

میں نے تو اپنی ساری زندگی اس غرض کی قوس سے پہلے خطوط میں ہی
گزری ہے اور اب بھی گزر رہا ہوں۔

جو موضوع آپ کے ذہن میں ہے۔ کوئی نیا نہیں ہے۔ اس پر صحت
چھاتی اپنے مشہور افسانے "کائنات" میں لکھ چکی ہے کہ ایک صورت ہلا کے
خاندان کو غرضی نام اپنی کی حالت تھی اس کا وہ عمل یہ تھا کہ اس صورت نے دوسری
صورت کا نقشہ کچھ سنو شروع کر دیا۔

جہاں میں میں ہم صحبت ہے وہاں صورتوں میں بھی ہے۔ میں آپ
کو ایک زندہ مثال پیش کرتا ہوں۔

سیکیم پارہ دنم اخیر میں کو تو آپ جانتی ہوں گی۔ اس کا تعلق پروتھا
ناس کہتا ہے۔

آپ غرضی تھی۔ "ہاں۔ ماحول کے مرد کا کام غرضیوں سے جیسے
غرضی تھی۔"

میں آپ سے عرض کروں۔ جہاں تک میں یہ سمجھتا ہوں کوئی چیز مجھے
غرضی نہیں ہوتی۔ انسان کی عظمت میں نہ تو بڑا اور اچھے سے اچھا
نصیر ہو رہے۔ اس نے یہ کہنا نہ سیکھا ہے کہ انسان کا غرضی عمل غرض
غرضی ہے۔

انسان کبھی عظمت کے نعمات جاہی نہیں سکتا۔ جو اس کی عظمت ہے
وہ اس کے اندر رہ کر تمام اچھائیوں اور برائیوں کا ہے۔

مجھے معلوم نہیں۔ ایک شادی شدہ ہی باکھوڑا۔ یکن بجے ایسا
 ٹھکڑا ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی خاص تجربہ بولے جس کی بناء پر آپ نے
 مجھے خوش کیا۔

اردو پڑھتی آج سے نہیں ہزار سال سے نام ہے لیکن آج کل اس کا رجحان
 قریب قریب غائب ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موجودہ نسل اس
 میں آگئی ہیں۔

جب مرد پرستی نہ ہو تو اس وقت مرد ہی آسانی سے دستیاب
 نہیں ہوتی لیکن مرد بچنے بچنے بچنے بچنے آپ کے کم عمر لوگوں سے بڑھ کر ہی
 تعلقات قائم کر لیتے تھے مگر اب یہ دھماکا بہت بڑھ گیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔۔۔ احمد نے آپ کو معلوم نہیں کہ کم عمر کی نسبت
 آپ کے قریب نہیں رہے۔۔۔ میں آپ سے ایک اور بات کہوں گی
 کہ بچہ کی طلب ہو۔۔۔ وہ بچہ بڑی ہی آسانی سے۔۔۔ جسے طلب چھوڑوں
 گی حق۔۔۔ اب چھوڑیں گی ہے۔

آپ یقیناً جانتی ہوں گی کہ آج کل خواتین پیشی لانے میں سوشلزم
 میں مصروف ہو گئی ہیں۔

میں آپ کو ایک اور بات بتاؤں۔۔۔ ایک نانا تھا وہ آج سے ہی
 بائیس برس پہلے جب لاہور میں ایک سکھ لڑکا لائیں مگر پڑا نانا۔۔۔ بڑا
 خدمت پرست۔۔۔ اس کے فضلہ مال کے لئے کسی بھی حسین لڑکی کے نقص اندر نہ جاتے

اس کے لاہور میں ایک تباہی راکٹر رکھی تھی۔ اس کے عاشق نے اس کو
 ایک گھڑ کار سے دی تاکہ اس کو رشتہ کا نانا بنائے اور مگر کرنے تک میں کوئی تکیہ
 نہ ہو۔

میں اب آپ کو کتنے قصے سنوں۔۔۔ مدت میں دہائی کا میں رہنے والا
 ہوں۔ میرا ایک ہندو دوست ہے اچھی شکل و صورت کا تھا۔ ہم دونوں
 بنگلہ میں باغی کر رہے تھے تو نندو لگی میں تھی اس نے ایک دم مجھ سے چمک
 کر کہا۔

وہاں باہر بہت شور مچا رہا ہے۔

میں کافوں سے ڈرا بیٹھ رہی ہوں۔۔۔ مجھے خود درد کوئی سنائی نہیں دے
 رہا تھا بہرحال اس کے ساتھ ہوا۔ ہم باہر نکلے تو باہر کہ تمام دکانیں بند
 تھیں اب یہ معلوم ہوتا تھا کہ کانگریس کی کسی تحریک کے باعث چڑتال ہو
 گئی ہے۔

چند غصے کے بعد میں آپ کے پاس پہنچے تھے۔ وہ جلد سے پاس آئے
 ایک ٹھونے کو جھکے پہچان لیا۔۔۔ بڑا خوش تھا۔ اس نے بڑی نرمی
 سے میرے ہندو دوست کو سہرا لے لیا۔

وہاں ہی۔۔۔ ایک اندھ چلے جائیں۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو لکھنؤ اور
 قصبات پہنچ جائے۔۔۔

مستزہر احمد میں داپس مگر چلے گئے۔۔۔ بعد اس سے پوچھا کہ۔۔۔ یہ

تقریباً نصف۔ تو اس نے مجھے جیسا کہ وہ آدمی اس سے عشق کہتے ہیں۔ وہ
جرا صاحب کو بتایا۔

ایک چڑخوں کے نکلے کا تھا وہ سدا فریاد کے چوک کا۔ منہ پر ٹنگ
ہے مانتی تھی اس کے ان دونوں میں روٹی ہوتی اور فوٹ پہن تک پہنچی
کہ شام تک گیا وہ آدمی زخمی ہو کر ہسپتال میں لے گیا اور منور بالکل ہی
بیچل خفا تھا۔

آپ مجھے آپ سے یہ کہنا ہے — بلکہ چھٹے کہ آپ نے ہوسوں
کا کم عمر لوگوں سے فرزندوں عشق کیسے بنایا۔

بیمار میں نے اور میرے دوست وادائی صاحب نے سوچا ہے۔ اس کی
دیر موت ہی ہو سکتی ہے کہ آپ کا شوہر ایسے عشق کرتا ہوگا۔ آپ مجھے
اس کے عشق حقد بخشنے کا — میں یہ بھی جانتا کہ آپ شادی شدہ ہیں
ہو سکتا ہے کوئی اور بات ہو۔

دیکھئے! میں آپ سے ایک بات عرض کروں — قریب قریب
ہر رو کا جوانی کے پیام میں ایسی حرکتیں کرتا ہے ہو سکتا ہے آپ نے
اپنے لڑکے کے عشق ہی کیا ہو۔ اسے تنبیہ کر دینا کافی ہے — یا
پس کی شادی کر دینا چاہیے کیونکہ یہ عادت ایک کرہیت بن جاتی ہے
اور ایک قوتناک چہرہ بنے۔

جس کا احساس صرف اپنی بات میں نہیں جھونے جھونے بلکہ یہ

ہوتا ہے۔ میں اس کے عشق قہیں سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ کہ اندھین
اس کی عقل نہیں ہوگی۔

آپ نے جو مجھے پہنچا دیا ہے۔ جیسا ہے۔ میں اس سے سب سے ادا تھا
کہ جو مرزا آپ نے بتلایا ہے اس پر کوئی اندازہ لکھوں — اب یقیناً لکھوں
گا۔ پہلے ایک مقدمہ اور چلی جائے۔

آپ مجھے اپنے عشق قہیں سے مجھے بتائی کوئی اندازہ کر سکیں۔

خالد
سلوک حسن منور

۴۰
 ماڈن پسن آکر رہا۔۔۔ بے گاہ کے پنے۔۔۔ ہوس کو موسم کہتے۔
 خانے کہا۔ "داد فرمی۔۔۔ میں تاق ہوں۔۔۔ ہی اس ہی کے اس تیری
 کی لاش چھوٹے سے دکان ہے۔

"ماکوس" دنیا کا چکا بھلا متی اور دھن مایکے سے بیچ آٹھ پنے
 پامس کی میٹ میں ڈپٹی کزن قبر پر کیا کر کے حکام کے بیانات لگے۔ اور ڈپٹی
 کزن صاحب گواہ قرضین بن گئے۔

دیشی کہ سہی شل ہر مانی گی اس پر "سرکار بنیم" سرچوین بھٹا تھا۔
 ادا لے تین مرتبہ کوہ صاف سے بہر نکل کر خبر کھلا میں تین بار کھلا
 بلو یوں کہتے کہ کھلا۔۔۔ سرکار بنیم سرچوین۔۔۔ سرچوین۔۔۔ سوچ
 دینے۔۔۔ لیکن یہ آواز بد قسمتی سے اس "ماکوس" دیشی کی قبر تک نہ
 پہنچ سکی یا اگر پہنچی بھی ہو تو وہ نہیں لے گئے نہ کیا شاید یہ کلمہ کہ وہ اب
 سٹیٹ کزن کے گاہک کی نوبت سے بہت دور جا چکا ہے۔ اس بلو جہاں کوئی اور
 تاق چاہے۔۔۔ جہاں ڈپٹی کزن کے کن لکھ لکھ میں نہیں ہو سکتی۔

طرم پر نو غیر معزز تھا اس نے ڈپٹی کزن صاحب بلور نے عدم ملزوری
 دھرم کا ادائیگی ٹھکرے کے شل اضافی اور ریٹ سے ہم کی اذیت پاچی
 "ماکوس"۔

خوش نے بوا کی کاروائی ملے ہوئے کہا
 حکم رات کو مشرل جیل میں قوت پر چکا ہے۔ شل داخل ڈپٹی کی جیل ہے۔

ڈپٹی کزن نے حکم دیا۔

ماکوس کی مشرل جیل میں موت کی خبر پڑی جس اس نے مشہور ہو گئی کہ
 منسلک ڈپٹی کزن اور پامس کے افراد نے اس کی غارت خانہ پڑھی۔ آئندہ کفر
 حکومت کے ٹک سرت انڈوں کی ہر حرکت سے وہ تیز دی جا رہی تھی۔ بلکہ
 جب اس وقت کا حکم ہوا تو بلکہ ایک سہین پہلے کی ایک شام یاد آئی جیل میں
 دارا حکومت کے ایک پورٹل میں بیٹھا ڈاک گاڑی کا انتظار کر رہا تھا جس
 کے درجے سے مرمت شدہ جیسے راد پینڈی سے آنے والے تھے گاڑی
 آئے میں غلات مولیٰ دیر ہوئی میں قریب قریب آگئے ہی والا تھا کہ
 ایک کپڑے سامنے دنگ کے آگے نے جس کی عمر تیس برس کے لگ بھگ تھی
 بلکہ اپنی موت متوجہ کیا۔

"اچھ موت تم سے بیٹا کس کا انتظار کر رہا ہے۔۔۔ اس نے سکھاتے
 ہمتہ استفادہ کیا۔

"بھئی عجیب سمیت ہے۔۔۔ جوتا پھٹ جائے مسکرا آباویں۔۔۔ تو موت
 کے لئے لاؤ پینڈی بیچنا پڑتا ہے۔۔۔ اگر کوئی ڈراؤد مہربان ہو تو اگلے
 کاتھ بیچ دیتے ہیں اس میں اپنے مرمت شدہ ہو تو اس انتظار میں تین
 گھنٹے سے بیٹھا ہوں اور کھنت ڈاک گاڑی بھی آگئی ہی بیٹھ ہوئی ہے
 خبر لگا رہی۔۔۔

میرا کہہ کر اس نے لگ تو اس نے مجھے چند منٹ مزید انتظار کونہ کھینے کہا۔

یہ اس اجتماعی صورت کو اختیار رہا جس کی آنکھوں میں اضطراب تھا جس
سبب وہ اپنے اپنے گھر سے بھاگتا تھا۔

نویز پر مبنی پتے ہمارا تمام سانسے والی کرسی پر بیٹھا بار بار
بیسرے طریقہ سے ہماری ڈاک گاڑی کے انتظار میں ہے ایک ایسا کہ گھبراہٹ
وقت گزارنے کے لیے اس سے پہچان۔

[illegible]

”ہم بیٹھا ہے۔۔۔ اس نے آنکھیں سادگی سے جواب دیا

”خیر۔ میرا مطلب ہے یہاں آپ کا کیا کام ہے۔“

کامبد کہ نہیں کر۔ کثیر و محضے کاشقہ جلائی۔

پہلے سے کہیں؟

۱۰۰ — لیکن میں مشرق پاکستان کا ہوں — ہمدرد میں اہمیت

کے لئے بہت سی باتیں ہیں۔

مجھے انکسور کے مددگار بنی اس لئے بتایا کہ وہ جس عورت سے فریاد کرتا ہے
فریاد ان عورتوں سے جس کے ادب اور اعلیٰ درجہ تک چھاپ کر فریاد کر لیا
اس لئے کہ فریاد کرنے کے دوسرے خیروں میں بھیج دیتے ہیں وہ جو عورت
فریاد دے گی۔ اس لئے اس کو بڑا شکوک کے جوہر ہے۔ یہ کہ اگر اس کو
میں ہرگز۔ جسے کرنے کی اجازت مل گئی۔ اس کی باتوں میں سدا کی حق نہیں کرتے
کہ خرق میں اس لئے سفارت حاصل کی تھی۔ اس لئے یہ بھی بتایا کہ تم خدا کے

نام پر صلیب ٹنگوں کے نام اداواروں نے مقبول کر رکھا ہے۔ جیسے شہدہ چندہ علی کی جیسویں میں ہوتا ہے اور سیرنگار گڑھ چڑھا ہے کی، عجروں یا جسے مانوں کی خواتین پر ہوتا ہے۔ اہلیات کی تیسری سادہ میں وہی ملتا ہے۔

مجھے اس کی بات سن کر بہت دکھ ہوا واقعی وہ سیدہ روئی کے نکال ہوا اس نے مجھے بتلا کر وہ اس شہر میں تھیں اب اس کی سبک دہانتا بھی نہیں جانتا تھا وہاں وہ رات بسر کر کے یہاں سبک دہانتا ہوا۔ اس کے لئے دوئی سنگوئی وہ چو کو سبک دہانتا اس نے بلا تفت پہلے دوئی کے ساتھ چاند کے تھے پیر سے کہا۔ ہم لاہور کے سیدہ میں بھی لگاؤ کا دیکھتا ہوں۔ اس نے اور بھی ہم نے انکار نہیں کیا۔ اس نے انتہائی سادگی سے کہا۔

وہ کہاں کہاں تھا۔ مجھ سے اہل بیت نے کہا کہ عجب سے مجھے کئے
 جنس وہ کاغذ نکلا اور اپنے گروہوں کو جنگو زبان میں خود مجھے دیکھ میں
میں ایک بڑا پیشی گاہ تھا۔ خود مجھے کے بعد اس نے مجھ سے سمانی ڈانگی
 اور کہا۔ کہ میں نے گروہوں کو ملکا کہ میں آمیزو کہ کثیر آیا ہیں اوصاف ہیں
 رہیں گا۔ اگر پاکستان نے ہندوستان کے اخص جہاد شروع کیا تو میں بھی اس
 میں حصہ لوں گا۔ یہ کثیر کہ انڈیا کے رہے گا۔

ہم نے جواب دی ہندی مقبوضہ کیشری خلیفہ صوری کا ذکر کیا کیشری مسلمانوں پر جہاد کا حکم دلا شہداء بیان کیا۔ جس سے وہ اندر زیادہ متاثر ہوا
مجرم لاکھو دالپس ملے گا۔ کلن کو بھی خود ملے گا۔ جہاد شروع

ہوئے۔ ایک اور صریح چٹائی کی چٹائی ملنے لگا۔ اس نے نیشکر کی بچے میں کہا۔

اتنی دیر میں، ناک گاڑی اپنی اور میں وہاں سے اٹھ کر لاریوں کے اندر کی طرف گیا اور وہ میرے بتائے ہوئے راستے سے سبکدوشی کی اپنے جوتے نڈاڑے سے لے کر جب میں گھر کی طرف ہمارا تھا قرارتے میں ہی اپنی ڈی لے بیٹھ کا نیشکر نے مجھے آواز دی جو براہ راست کا تھام رہے تھے وہی طرف اس کی خیریت پر بھی وہ مشکل کے تلوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

وہی باتوں کے بعد اس نے مجھے اس کے آگے کے سٹو پر چھا کر وہ کوئی بے جوتے کے ساتھ برقی میں بیٹھا تھا۔

میں نے نیشکر کہا۔ — مجھے ننگا ہے۔ آواز دیکھ دیکھنے کا شوق خراب کیا نام موبین ہے اور اس بات کا صحیح سمجھ کر اس نے گتے کی بے۔

لیکن وہ تو برقی میں بیٹھا کچھ عجیب و غریب زبان میں خوشامد تھا مجھے اس پر کچھ شبہ بھی تھا۔ بیٹھ کا نیشکر نے نیشکر کی بے میں کہا۔

وہ عجیب و غریب زبان نہیں۔ اس کا نام ہی نیشکر ہے۔ ہاں تو وہ ہے، مہینہ ہے۔

نیشکر ہی میرا مکان قریب آیا اور میں خدا خدا کہہ کر گھر چلا گیا مجھے معلوم تھا کہ کسی اپنی ڈی والوں نے دن کی کار گزشتہ کی۔ پورے دو سوے وہ جیسے سیر سے دفتر میں دینا ہوتا ہے اور اگر ملے نہ ہو گئی تو نیشکر ہی ہوتی ہے

بیٹھ کا نیشکر صاحب کی دن کی کار گزشتہ میں کچھ نہ بکھرا، چاہتے تھے اس نے انہوں نے گھر ہر ملک سے کہہ دیا تھا میں ایک بڑے محل ہاگوس کی آمد کی بدولت اس طرح دی کہ وہ سب سے زبردست پانچ سو فی کے لئے کھتا چونا خریدتا ہوا گزشتہ کر گیا۔ — پانچ چونا کھتا دھڑو بھی اس کی ہاگوس کی ایک اپنی میں گئی اور کسی اپنی ڈی والوں نے مزید چلت دے دی۔ کہ ہاگوس چونا ہاگوس کھانے کا مادی ہے۔ اس نے یہ اسٹاک خرید کر پہلی فریوں کی پینٹوں کی پوزیشن دیکھنے پر اپنی ملاقات میں ہوا ہے۔

موبین کا چالون ہوا۔ — ڈپٹی کشر صاحب بہاد نے انہوں کی سٹیجی کے منت ہاگوس کو پندرہ دن کے رہائے پر پورے کے حوالے کر دیا۔

جہاں سے وہ اسپیشل رات میں منتقل ہوا پندرہ دن کی مدت گزر جانے پر ڈپٹی کشر صاحب نے مزے ایک ہفتہ کے رہائے پر اس کو جوڑ دیا۔

نیشنل جیل سمیٹا۔ وہ ہفتہ بھی گزر گیا اور ہاگوس جیل گزشتہ ڈپٹی کشر صاحب کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ جہاں وہ نہایت نظر دیا۔ — گزشتہ ڈپٹی کشر صاحب کی عدالت کی لیکن ڈپٹی کشر صاحب نے مزید ایک ہفتہ کا رہائے دے کر

نیشنل جیل سمیٹا۔ نیشنل جیل میں اس کی آخری مدت تھی جیکو وہ ایک متن سے جیسا رہا تھا۔ وہی قاتل قیدی جس نے اس کو قتلے وقت چھوٹے سے آواز کر دیا اس کے قریب کیا اور پوچھا۔

ہاگوس۔ — تم جرموں کیوں مسمیٰ ہو۔ یہ جگہ دیکھو وہاں کی منت

۴

بہت انھیں سے پہلے صحت نہیں مگر میں نے ایمانی نہیں روٹی موتی اس
کے متعجب میں دیا ہوا تھی۔ کون لوگ یہی جہنوں نے تم سے بے گناہ کو بھی
یہاں بھیجا جو امت کے لئے ایک کا نہیں ہزاروں کا خون بہاتے ہیں جو
دن و رات ڈاکو شائع ہیں۔ — اپنی ذات کے لئے وہ کام بھی کرتے
ہیں جو شیطان بھی کرنے سے گریز کرتا ہے۔ — مجھے دیکھو۔ — زمانے
قتل کیسے — صفحہ ایک چارمورت کے نام جس کے تحت
کئے۔

ہر سال مجھے تم سے بھلائی ہے اگر تم باہر جا کر خوش ہو تو خدا نہیں
آنا دیکھتا۔

سوچیں نے خیر کی باتیں سنیں۔ اور بالکل خاموش بیٹھ رہا۔
 "سب سے بگڑا جاوے جانتے رہی۔ تم مجھ جاوے کے اندر سے باہر
 نکلے جاؤ۔"

تبیہ نے رجب کو بیونے کے اڑھائیوں کا۔

ہاں — میں اس قید سے رونا کی کامیاب دعا کرتا ہوں — میں آج ہی یہاں سے جھانگ جاتا ہوں — بہت دور جہاں سے رونا کی کوئی طاقت مجھے مار نہیں نہیں کا سکتی۔

وقتہ میں کہنے کی گنجشہ بھی تھی۔ اپنی خاندان سے دالہ روٹ لینے گیا اور اسے گھڑ
کے بعد اہلک جیل کی گنجشہ بھی مشورہ سے چوٹی اور مستور بھی رکھا۔ دالہ روٹ لیں

گوئی خاندانوں کے ساتھ جیل کے اندر داخل ہوا اور جاسوسوں کے گئے کا کس کا
چھپتا کھرا (جس کا حصہ خواتین کے لئے اشتعال کیا جاتا) ہا کس کس بیباک چکا تھا
اس کو راکٹ مل گئی تھی۔

25/10/2012

سوجیون کی کاشٹ کے دو گزہ قیدیوں کا زحوم تھا۔ مدافعوں میں سے چند ایک قیدیوں کو وہاں سونپنے کا حکم دے دیا۔ امدادی سلسلے قیدی بارک میں چمچے گئے۔ سوجیون نے پھر سے پر اب بھی سلاہٹ تھی۔ وہ اس تھان پر سلاہٹا تھا جس نے اس کو اب کبھی خالی نہیں دیکھا۔

ایک بھائی ایک واعظ

گھنے درنہ مجھے دلا عظیم گوہر پچی چپ لے لی سی پروردگار میں ہوا تو اس نے فرما اپنے دست میوزک لہر لڑ بھلاوے کے ستن سوچا جو رہتا تھا عظیم کے ساتھ کی نظروں میں کام کر چکا تھا وہ کسی کی اچھڑوں کو جانتا تھا کشت غلوں میں آہی اپنے جو پر گیا دکھا سکتا ہے بے چارہ گناہی کے گشتے میں پڑا تھا۔

ظہر پنے پڑ اپنے سیڑ سے بات کی اور کہی اس انداز میں کی کہ اس نے بھلا کر بایا اور اس کے ساتھ ایک دم کا کرٹیک تین جڑوں پوں میں کرپا۔ گزرت گزرت ہر دستھ کرتے ہی اسے پانچ سو روپے بے جو اس نے اپنے قرض خواہوں کو دے کر اپنے عظیم گاہنہ پچی کا وہ جڑا شکر گزرت تھا پتا تھا کہ اس کی کوئی خدمت کرے مگر اس نے سوچا کہ اگلی بچہ خرمن ہے وہ بے خرمن — کوئی بات نہیں آئیو پہنچے ہی کر کر ہر دھارے گزرت گزرت کی دلت ۵ سو روپے ملتے تھے اس نے عظیم سے کہہ دیا۔ اٹھ پنے اپنے کام میں مشغول تھے۔

عظیم نے اس گاہنہ گئے جن میں سے سیڑ نے پیا پسند کیے۔ بھلا وہ نے ہر سبق کے لہار سے صوف دو ان کی اس کے عظیم کے اشتراک سے وہ جن میں تیل کیس جو بہت پسند کی گئیں۔

پندرہ بیس روز تک یہ برسوں ہوتی رہیں غم کا پہلا گانا کو ریس تھا اس کے کم اندام اس کو کیا روکیں وہ کار تھیں پروردگار تھیں پہلے سے کہا گیا مگر جب وہ اشتہار د کر سکا تو بھلا وہ نے اس مانگو پایا جس کی اچھی اکڑ تھی اس کے علاوہ پانچ چھ اور لو کیوں کو جاتی تھی جو سترے میں گا بیٹی تھیں بس چھانڈ بھر جیل کے اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کو بپا اور کی سر پہ تھی۔ دوسروں کے متعلق میں اس کا اسعد کا حفظ زیادہ صاف تھا۔ اس کو یہ زبان بولنے کا شوق تھا۔ ہر کوئی زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن اس کے چہرے کا چہرہ فعل اپنا جگہ پر بخت لڑتی تھی اس انداز میں کرتی کہ معلوم ہوتی اچھی خاصی غم کی ہے۔ زندگی کے قدم چڑھا دے پانچوے۔ اسٹوڈیو کے پر کارکن کو وہ بھائی جان کہتی اور ہر گز نہ جانے سے ملے سے وہ بہت جلد ہی کھل کر جاتی تھی۔

اس کو جب بھلا وہ نے بپا کو وہ بہت خوش ہوئی اس کے ذمے یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ فوراً کو ریس کے گئے کس گھنے والی دو کیوں یہاں کرے وہ وہ ستر روز ہی بارہ دو کیوں لے آئی۔ بھلا وہ نے اس کا کشت پیا مایہ کام کی نکلیں جلی رحمت کر دی گئیں اس نے سوچا کہ چلو عظیم سے بات ہی

کافی ہیں جنگل پستانداریکا دانت سے مشورہ کیا اس نے کہا میں سب شیل
کروں گا۔ ایسے دنگوں کو انک کروں گا کروں گا کو اب معلوم ہو گا جس دنگ کی
۱۶۴

جنگل اپنے فن کو کھتا تھا چنانچہ اس نے دنگ دنگ کے لئے سادہ
ہر وقت کر کے کی بھلے ملائیں اور گنے واپس کو ایک ایسے کرے میں جٹیاں
کی دیواریں تخت تھیں جن پر وہ اپنے غلط چڑھا ہوا نہیں تھا کہ ان کو وہ بچنے
نہی ہے۔ من کا ہر وقت اسی کو اس سے ہوا میں گڑوں کوئی کئے ان میں جتنے
نعل سید اور ڈھری دیوڑھے تھے لے بی بی پر وہ اکثر گنے کے مالک نے بڑا ہتھکلی
ہوا تھا۔

پہلے گنے کی چار دیوڑھیں ہوتی تھیں مالا کھاتا کرنے جٹیاں کے
ساتھ چلاتھیں کیا۔ سات دیوڑھیں کو فوہ فوہا آگاہ کیا کو خیر دار ہیں
اور کوئی ایسے جٹ پیدا نہ ہونے دیں جٹیاں وہ چلی ہی دیوڑھیں سے ملتی تھا
لیکن اس نے مزید اطمینان کے خاطر چند اور دیوڑھیں کو حق اس کے بعد
جنگل سے کہا کہ اپنا اطمینان کرے اس نے جب ساتھ دنگ میں دنگ کو اس
پہلی مرتبہ دنگ لاکر اس نے خوش ہو کر بہت اپنی اس کے کہ دیا
ملا اور گھر لاکر اپنے محلے تمام پر بکھی۔

سہاوند کے لئے جائیدادوں کا انتظام کر دیا گیا تھا دنگ شرمون پوری
تھے ان کو وہ دیا جٹیاں اس کے کہ اس کو جس سے کھل سونگ فزٹک فرسٹ

۱۶۵

اور کو اس شرمون ہو گیا۔

بہت اچھی کچھ لکھتے تھے۔ سات دیوڑھیں میں سے کسی ایک نے بھی نہیں
سزا دنگیاں یہاں بہت غلط ہوئے۔ سید پر کو سکتی کیا ہوا ہے اس کے بھی
داشت تھا۔ بہت خوش ہوا اس نے کمال سے یہاں اس کو اس کی قربت کر
رہے تھے۔ جٹیاں نے ساتھ دنگ اور گنے دنگوں کو اس میں خاص
طہر کر کے من مالا کھاتا دیا گیا جس نے اس کو اتنی جلدی گن دیاں فرام کر لیا
اس کے بعد وہ جنگل پستانداریکا دانت سے گنے ل دیا تھا کہ اسے دیکھ کر
کے مالک سید رنجیت داس کا کوئی کیا کہ نہ اسے جا رہے ہیں۔ نیم کو بند
پوری ہو گیا۔

دونوں جٹوں نے — اسٹوڈیٹ اس سے پرتے جٹیاں میں بھی سید
صاحب نے سب یہاں کے لئے ایک سو روپے کا سرٹفٹ تمام کے طور پر پہلے
جٹیاں سے کو دیا پھر وہ سارا بیٹھ کر سید پوری کو — وہ منتظر رہا تا جب
میں یہاں بیٹھتے تھے تو اس کی آواز سے کو بڑا اٹھا۔

جب پہرت کی یہ ٹھٹھ برفات ہوئی تو جٹیاں نے منظر سے کہا۔
• بالائی سے چلو آگے ڈور چلیں۔

بیٹھ کر اس کا حسب نہ کیا۔ • آگے نہ کہاں •
جٹیاں سے سکڑا۔ • ان کے منظر پر یہ (شک) موز شوک و عزت خرقہ

لوگے ہاتھ لگے سدرہ پور قہارے پاس ہے سو ہارے پاس۔ چلو۔
جنم بھر گیا۔ لیکن وہ اس کے موز شوک سے ڈرتا تھا اس کی بری
تھی وہ چھپے چھپے نہ تھی۔ اس نے کبھی عیاش نہیں کی تھی۔ مگر اس
وقت وہ خوش تھا اس نے اپنے دل سے کہا۔

”چلو وہ دیکھیں گے کیا ہو رہا ہے۔“

بھٹا دے نے فوراً ٹیکسی سنسٹوئی دونوں اس میں بیٹھے اور گزرت
روڈ پہنچے ٹیکسے پر چوڑا۔ ہم کہیں جا رہے ہیں بھٹا دے چ
وہ سکڑا۔ اپنی کوس کے گھر۔

اور جب وہ اپنی کوس کے گھر پہنچا تو وہ سس لاکھانڈہ پر کا گھر تھا
وہ ان دونوں سے بڑے تنک کے ساتھ ملی۔ انہیں اخذ اپنے کمرے میں
لے گئی ہوٹل سے چلے سگوار پلائی۔ بھٹا دے نے اس سے چائے پینے
کے کہہ کہا۔ ”ہم موز شوک کے لئے نکلے ہیں قہارے پاس۔ تم میرا کوئی
ضدیت کرو۔“

اس کے سب کچھ۔ وہ بھٹا دے کی احمد منہ تھی۔ اس نے اس نے فریادی
مریخی زبان میں کہا جس کا یہ مطلب تھا۔ کہ میں ہر ضدیت کے لئے تیار
ہوں۔

وہ اصل بھٹا دے منیم کو خوش کرنا چاہتا تھا اس نے اس کے اس کو دلالت
درا تھی۔ چنانچہ بھٹا دے نے اس سے کہا کہ وہ ایک لڑکی مہیا کرے

س مالا نے اپنا ایک اپ جلی جلی ٹھیک کیا اور تھکے ہو گئی۔ سب
ٹیکس میں بیٹھے پیسے میں مالا نے ایک سنسٹو شاکر کارن کے گھر گئی مگر وہ کسی اور
کے ساتھ باہر جا چکی تھی پھر وہ اسٹو کے دل گئی مگر وہ اس قابل نہیں تھی
کہ ان کے ساتھ ایسی کام کر جائے۔

س مالا کو بہت افسوس تھا کہ اسے وہ جگہ نامی مالا خانہ چلا لیکن
اس کو امید تھی کہ واسطے ہو جائے گا چنانچہ ٹیکس گول پیٹا کی صورت ملی وہاں
کرشنا تھی۔ چندہ سول سال کی گھبراتی لڑکی۔ جسے نرم دناؤں کے سر میں
گاتی تھی مالا اس کے گھر میں داخل ہوئی اور چندہ ملات کے کہ اس کو ساتھ چلے پیر
نکل آئی۔ بھٹا دے کو اس نے ساتھ جوڑے کھانا دیا اور منیم کو بھی۔ مالا نے ٹیکس
دلاؤں کے سے دلاؤں میں منیم کو اس کے ماری اور گناہا خوشیوں میں اس
سے کہا۔ ”تو آپ کے لئے ہے۔“

بھٹا دے سے اس نے ٹیکس میں ہی لگا ہوا میں مالا کو دیا۔ کرشنا منیم
کو نہ پوری کے پاس بیٹھ گئی چونکہ اس کو مالا نے سب کچھ بتا دیا تھا اس
لئے اس نے ٹیکس ایک پارک کے بلانے سمجھاتی صورت منیم کو اپنے ساتھ لاند
سے گیا۔

فری ننگ نے صورت ایک اور تہی تھی وہ بھی کاروباری سٹیلے میں
یہ بھی کاروباری سٹیلے تھا چنانچہ اس نے بھٹا دے کے ہمارے پر وہ پلک دیم
کے پنے اور اس کو فٹس پر گیا۔ بھٹا دے نے ایک بوتل خرید کے اپنے ساتھ

دلکشی اب پھر وہ شیشی کی رہتی تھی۔

میںم کو اس بات کا تعذیب نہیں تھا۔ کہ اس کا دست بھٹا ہے
وہ لگا اس در سونے کی بوتلیں بھی ساتھ لے جاتا ہے۔

میںم کو جس میں صوم ہوا کہ بھٹا ہے نے پہلے بیکے شکر کرشنا کی ملا سے
یہ کہہ دیا تھا کہ جو کہ اس دن میں آیا گیا تھا اس کے جتنے تلک تھے سب خوب
لٹکے رہے اس کے دانت کو پھر پیکار ڈنک ہوئی اس کی کان دیے کرشنا کو باہر
جانے کی اجازت کبھی نہ دیتی مگر جب بھٹا سے نے کہا کہ اسے اور روپے
طیسے تو اس نے اپنی دھڑ سے کہا کہ جلدی جاتا اور دفعتاً ہو کر سیدھی
پہاں آگے وہاں اسٹوڈیو میں نہ بیٹھی رہتا۔

شیشی کی دلدل پہنچی۔۔۔۔۔ میںم راجی منہ کے پاس۔۔۔۔۔ یہ وہ جگہ تھی
جہاں فیض پرست کسی نہ کسی صورت کو عقل میں دیکھنے آیا کرتے تھے بیک پہاڑی
سی تھی۔ صوم نہیں مضمونی نہ دیتا تھا۔ اس پر چڑھے۔ کالی کیچا
وہ زمین صاف تر قلعہ مستم کی جگہ تھی۔

اسوں میںے ناموں پر بیٹیں دیکھی ہوئی تھیں جن پر صورت ایک ایک
جڑا بیٹھا۔۔۔۔۔ سہ کے درمیان ان ٹھکانے سمجھتے تھا کہ وہ ایک دوسرے
کے خلاف میں میں نہ ہوں۔۔۔۔۔ بھٹا سے نے ہو کہ میںم کی دعوت کرنا چاہتا تھا
وہ دل کی پہاڑی پر کرشنا کی اس کے سپرد کر دیتا۔ اور خود مالے ساتھ بھٹا
بھٹا ایک صاحب چلا گیا۔

میںم اور بھٹا دوسری کی بیٹھ سو گڑ کا حاصل تھا۔ میںم جس سے فراموش
کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ محسوس کیا تھا جب کرشنا کو اپنے ساتھ لے
وینچا تو اس کا ایمان شکر زلزل ہو گیا کہ کرشنا شخصیت مر جی لوک تھی سب خلیہ وہ
سٹوڈیو۔ بڑی مضبوط۔ شیشی کے پر جھون اور اس میں وہ تمام دھڑیں تھیں
جو اس کے کھن کھن۔ آئی میںم پر کئی ہیں۔۔۔۔۔ میںم جو نہ خشنے میں تھا اس کے
وہ اپنی بڑی کو بھول گیا۔ اور اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کرشنا کو بھٹے
عرسے لے کر جی جلتے۔

اس کے دماغ میں مختلف مشاوریں پیدا ہو رہی تھیں کچھ دم کے باعث اور
کچھ کرشنا کی قربت کی وجہ سے۔۔۔۔۔ عام طور پر وہ بہت سمجیدہ رہتا تھا بڑا
کم کو۔۔۔۔۔ لیکن اس وقت اس کے کرشنا کے گرد گہری کی۔۔۔۔۔ اس کو کئی
بیٹھے اپنی قوت پھوٹی گھسے لڑی میں مانتے

پھر جانے اسے کیا خیال آیا کہ زندگی سے بھٹا سے کو آواز دی اور کہا۔
"پوسٹیں آگے ہیں۔۔۔۔۔ پوسٹیں آگے ہیں۔"

بھٹا سے مالے ساتھ کیا میںم کو کوئی سی گالی دی اور بھٹے لگ۔ وہ سمجھ
گیا تھا کہ میںم نے اس سے ذاتی کیسے لیکن اس نے سوچا۔۔۔۔۔ پھر یہ ہے کہ کسی
ہو میںم میں چلیں جہاں میںم کا مخلوق نہ ہو۔۔۔۔۔ چاندل اٹھ رہے تھے کہ میںم
پگڑی والا نمودار ہوا اس نے شخصیت سپا سٹا انڈیا میںم اپنی تمام لوگ دست
کے کیسے بنے یہاں کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔ مام نہیں دوسرے سے جیسے یہاں بیٹھا

اس کے اس انکے پرکے شوق رکنے بہت کیرتا سب سے پہلے
 ایک لمحہ کہنے کو وہ بہت غریب نہیں ہے۔ لیکن میں نے اللہ ہی پتہ کر لیا کہ کس درجہ
 میں ہے اپنی دلچسپی زندگی بیان کو نہ پرانہ کریں گا۔ کہ خوب ہے دوسرے
 کو یہ کہ میں نے اس وقت پر توجہ نہیں دیا۔

میں چند روز کے نہ ایک صحت افزا مقام پر گیا اور اس سے عادات
 اتر گئے۔ — میرزا کا کہنا اپنے میرزا کے ساتھ کھڑا تھا کہ وہ ایک دم پکار
 اٹھا۔ دوسرے۔

وہ کہنے لگا کہ ہے۔

میرزا میرزا نے جواب دیا۔ — وہ مجھ۔ وہ مجھ کو مستطرب پر نیل تھیں
 پہلے پہلی طرف تھیں کچھ نہ ہو۔

میں نے اس طرف دیکھا۔ — اس کے نیل تھیں اور سفید باؤں والا
 سر فورا کیا۔ — میرزا بڑی خوش قسمتی تھی کہ وہ دھڑک رہے تھے اور ہم نے میر
آفرین کے ساتھ ساتھ بہت تھیں۔

اس وقت سوئے ہوئے ایک دھڑک رہا تھا اور اس کے دل سے چہا ہے
 تھے تھے میں گریح کی ایک آہٹ لگتی تھی تھیں۔

میں اس وقت قدرت کے دل میں تھیں کہ اس قدر سو کر چکا تھا کہ میں
 کو اپنی طرف سے نہ بچ سکا۔

جب وہ میرزا پاس سے گزرا تو میرزا دست سے اسے دھک دیا اس

کا جھوٹے قاتل کر لیا اس سے میرزا ساتھ ساتھ لایا لیکن کسی قدر بے اعتنائی
 سے۔ — میرزا نے اس کو ٹھوس کیا اور اس کو خراب کی حرکت دی۔

وہ کہنے پہلے کہ سکیا۔ اگرچہ اس کے وقت کو میرزا نہ تھے میرزا بھی
 اس کی مٹا ہوا دکھائی تھی۔ وہ نیل تھیں اور خاکستری چٹان تھیں متا!
 جو کس طرح یہ تھی۔ اس کے پاس اس کے جسم کی ساخت سے کوئی نہایت
 نہیں تھی۔

اس کا چہرہ میرزا کے ہوت اور انہیں میرزا کے رنگ کی نہیں میرزا کے
خوبصورتی۔ — جن سے نمایاں تھا کہ جانی ہی وہ مصروف تھیں صحت ہو گا
 اس کے جسم کے اندر سے وہ کسی میرزا کی کاپیٹ معلوم ہوا تھا۔

ہم چہل قدمی کرتے ایک رستہ میں پہنچ کر اس کے خوبصورتی میں
 بیٹھ گئے اور چہرہ کو شرب کرنے کے لیے کیا۔ — ہر گز دل کی بھی بھی
 وہاں موجود تھی۔ اور میرزا کی وجہ سے اب اس میں وہ بات نہیں بدلتی
 لیکن چہرے کا انکار اس کی گری ہوئی گرا کر تھی۔ — کی چیزیں کیا رہا تھا
 تیس سال پہلے میرزا کے رشتہ اس کے دل سے تھے اس کی بڑی بڑی
عزیزان ان کے ساتھ تھے سکھائی تھیں میں جب دکھائی تھی۔

ہم تینوں چلے گئے ہیں ہی اور اس کے باتیں کرتے رہے۔ چنانچہ میرزا
 اب بہت خوش تھے۔ اس کے دامن عزیزان کے بد رشتہ مانگ کر چکا گیا
 ہم بھی اس کے رشتہ میرزا پر اس کے ہو گئے۔

دلہتی میں میری دوست کے امن کے واسطے رہا۔ "مجھے تو تہائی سنا ہی تھی
کہا نا کے سوا پاسم جو آئے ہے۔"

"کیوں؟"

وہ کہہ مئی کہ ایک کا مڑکے بنی ہو سکتی۔

اسنے کہا۔ "کوئی شخص کو کی غفلت کے متعلق میرے نظارہ کیسے رہ
سکتے۔"

"مجھے تو وہ عام من و مکھاں دیتا ہے جو چند غفلتوں کے سہارے
کا سہارے لینے ہو چکے۔"

"تم بھی کبھی — ٹھیک ہے۔"

دوسرے دن دیا کے کنارے دسویں ہیں پھر دکھا دی دیا۔ مجھ سے بگ
کا لباس پہنے۔ دانتوں میں پائپ دہنے کھڑا تھا۔ اب مسلم ہوتا تھا کہ اس
کے چہرے کی تصویریں اور سفید بالوں سے بھی جڑاں پھوٹ رہی ہے۔
ہم کچھ اٹک کر پانی کے اندر چلے گئے۔

جب میں چاکر باہر نکلا تو دسویں زمین پر اونٹ سے سڑک کوئی کتاب
بلا رہا تھا۔ میں سڑک سے نکلا کہ اس کے پاس گیا۔

اس نے کتاب سے نقشہ میں چاکر میں غفلت دیکھا اور پتہ
ہمیں ہانپے۔

میں نے جواب دیا۔ "آج تو غفلت بگیا تھا میں اس سے جبر نہ لے

کہ کوئی جگہ نہیں چھوکتی۔ تم یہاں کتنی مٹ سے ہو۔"

اسنے جواب دیا۔ "پنہدہ میرے سے"

یہ کہہ کر وہ دنیا کی چلتی ہوئی سینس ہروں کی غفلت دیکھنے لگا اس کے
بلیک ہونٹوں پر لعین کی مسکراہٹ کھینچنے لگی۔ پہلا بار یہاں آتے ہی
مجھے اس جگہ سے محبت ہو گئی۔ "میں اس جگہ کا قہر سلوم ہے جو ایک بار
یہاں پہنچ گئے کیا اسے ہمیں کاہو کے رہ گیا۔ وہ چالیس سال پہلے رہا۔ میرا
بھی یہی حال ہو گا۔ چاہے وہ کس طرح کی بھی ہو تو کہیں نہیں گئے۔"

میں چاہتا تھا۔ کہ وہ اپنی گشت گاری رکھے اس کے الفاظ سے ظاہر
تھا کہ اس کے اندر کی حقیقت مزید کچھ ہے۔

اتنے میں میرا دوست بھیجا ہوا ہماری طرف آیا۔ بہت خوش تھا
کیونکہ وہ دنیا میں ایک میں تھک کر آیا تھا۔ اس کے آتے ہی ہماری گفتگو کا
موسم بدل گیا۔ ادھارت اور صریح ہو گئے۔

اس کے بعد دسویں سے متعدد بار محلات ہوئی اس کی باتیں بڑھ و پھپ
ہوتی۔ وہ اس جزیرے کے چپے چپے سے واقف تھا

ایک دن چاند رات کا نصف اٹھانے کے بعد میں نے اور میری دوست
نے سوچا۔ کہ چلو موٹی سداور کی پہاڑی کی سیر کریں۔ میں نے دسویں سے کہا
"اگر زیادہ تم بھی جلد سے ساتھ چلو۔"

دسویں نے میری دعوت قبول کر لی لیکن میرا دوست نے سنا ہی نہیں کہ یہاں کے

اک سے جدا ہو گیا۔ خیر ہم دوزی پہاڑی کی جانب چلے گئے۔ ادا اس پیر کا خوب
 نصرت اٹھایا۔ شکم کے دھوکے میں نکلے ماؤں سے جھڑے۔ سرائے میں گئے۔
 کھانے کا انتظام پہلے ہی کر رکھا تھا جو بہت لذیذ ثابت ہوا مشرب
 الکحول تک پہلی دہائی کوستانہیل کھانے کے ساتھ ہی خمر ہو گئی مدسہ و جام
 کے اکثر ہی ہم پہننے کے بعد یہیے ادا ولسن کے دماغ پر بیک وقت یہ خیال
 سامنے آئے کہ زندگی کچھ ایسی دشوار نہیں۔

ہم اس وقت ایڈنبرگ میں آٹھ دہائیوں سے صحت پر توجہ دے رہے تھے۔
 تھے رات کی خاموشی شخص صحت نشی ہوا میں رہی تھی۔ سولہ گروہ اور
 ماہیہ تھے خیر اور انگریز لے سکے۔

دفعہ عورتوں سے وقفہ کے بعد کچھ سے غائب ہوا
 "ہمارے بچنے میں ابھی کافی دیر ہے چلتے کم از کم ایک گھنٹے تک پہاڑی
 کے اوپر گئے گا۔"

یہ مانے لگا۔ "ہمارے پاس فرصت ہی فرصت ہے۔ یہاں ہلکا کڑی
 انسان بھی محبت کے منتظر نہیں صبر کر سکتا۔"

دلسن مٹھ لایا۔ "فرصت۔۔۔ کاش لوگ اس سے واقف ہوتے
 ہر انسان کو یہ چیز صفت میٹر ہو سکتے لیکن کچھ لوگ ایسے بیوقوف
 ہیں کہ وہ اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ کام۔ کھیت
 اتنا بھنے کے بھی اہل نہیں کہ کام کرنے سے غرض صرف فرصت حاصل کرنا

ہے۔۔۔

شراب کا اثر عموماً بعض لوگوں کو خیر و منکر کی حالت میں آتا ہے۔ دست
 کا خیال اپنی جگہ درست تھا۔ مگر کوئی ایچ وائی اور انوکھی بات نہیں
 تھی اس نے سگریٹ سٹکیا اور کہنے لگا۔

جب میں پہلی بار یہیں آیا تو چھ دن رات کا سہا تھا۔ آج بھی وہی
 جردھرن کا چاند آکسین پر نظر آئے گا۔
 میں سکھ لایا۔ "خیر و منکر گئے گا۔"

وہ لہلہا۔۔۔ دوست میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ جب میں اپنی زندگی
 کے کچھ پڑھ کر سکوں یہ نقشہ ڈان ہوں تو مجھے یہ طویل عرصہ ایک ہیجے
 کا دھندلکا وقت ملے گا۔

آہ وہ رات! جب پہلی بار میں نے چھو تیسے پر بیٹھ کر چاند کا نظارہ
 کیا۔۔۔ کہ خیر و منکر کی سطح پر چاندنی کے پتے پڑے چاندنی میں جاتے
 اس وقت شراب مزدور لہا رہی تھی لیکن دیا کے تھامے اور اس پس کی
 فضا نے جراثیم پیدا کیا وہ شراب کبھی پیدا نہ کر سکتی۔

اس کے جراثیم خوش بو تھے۔ اس نے اپنا گلاس اٹھایا سگریٹ
 نکالا۔ ایک بڑل شگفتہ گئی۔

دوسرے دن چار بڑے بڑے گھڑے تھے اس کے ٹکڑے ٹکڑے دوزخ میں
 کے کاغذ بنایا اور جڑیوں میں دھیرا دھیر گرنا سا بڑی دقت تھی۔ معلوم ہوا

کڑوا تھی

کہ حسنہ و خشن کی دیوی افرادِ امت کا ترہ ہے۔ اگر میری تقدیر میں سزا دینک
کا شعلہ ہوتا ہی مگر تو تیرے لئے ایسی سیرگھن ضیہ نہ ہوئی۔

میرا نے اس سے پرہیز کیا۔ کی تم گھنیلک کے بیخیر ہو۔

۲ ان صبا کی تھا۔ وہ رات میرے قیام کی آخری رات تھی۔ لیکن پیر

کی صبح کو مجھے نینک میں حاضر ہونا تھا۔ پر جب میرے پاس نہ دیا اور کشتیوں

کو رنجی۔ تو ایسا بے خودی کا دلہو جانے کا خیال میرے ذہن سے اتر گیا

اس کے بعد اس نے اپنے گوشہ و تحت تغیل سے جلتے اور کھ۔ کہ

وہ میرے سے چند سال سے قیام ہے۔ ادراپ اس کی کراچی کسی برس

کی تھی۔

۳ پہل بار جب وہ یہاں آیا تو اس نے سوچا کہ ملازمت کا موقع ملے

مجھے سے تیار دینا چاہیے اور زندگی کے باقی ایام یہاں کے سکون کی فضا میں

میں گزارنے کا بیٹ۔

جزیرے کی فضا اور چاند کی روشنی دست کے داغ پر اس قدر غائب

آقا کر اس نے نینک کی ملازمت ترک کر دی اگر وہ چند برس اور وہاں رہتا تو سے

مستقر پنشن مل جاتی مگر اس نے اسکی عقل پر وہ نہ کی۔ اور بیک دکان سے

اسے اس کی خدمات کے معین تمام دیا۔ دستن نے اپنا کھر بیجا اور جزیرے

کا رخ کیا۔ اس کے اپنے صہ کے صحابہ دو سو پچیس برس تک باقی زندگی

بر کر سکتا تھا۔

یہ اس سے کئی قاتر ہوئی جس دکان میں بے معلوم ہوا کہ وہ بڑا
اقتدار میں ہے۔ اسے کوئی ایسی بات گناہ نہیں جس کی کمزوری میں غفل

ٹلے اسی وجہ سے صورت میں اس کو قاتر نہ کر سکی وہ صورت قدی منظر

کا بہت تھا اس کی زندگی کا واحد مقصد صورت اپنے لئے خوشی تلاش کرنا

تھا۔ اور اسے یہ ناپید چیز مل گئی تھی۔

بہت کم امن خوشی کی تلاش میں جانتے ہیں میں نہیں کہہ سکتا وہ کچھ

تھا۔ یا سہ وقت اتنا ضرور ہے کہ اپنی ذات کے ہر پہلو سے غولی اکت

تھا۔

آخری ملاقات کے بعد میں نے اپنے میزبان دست کے لئے رخصت چاہی

اور اپنے غمزدہ اور گویا اس دوران میں جنگ چھڑ گئی۔ اور میں تو برس

تک اس جزیرے پر نہ جاسکا۔

تیرہ برس کے بعد جب میں جزیرے پر پہنچا تو میرے دست کی حالت بہت

خستہ ہو چکی تھی میرے ایک ہونٹ میں کڑوا کرنے پر سے یہ کھانے پر پہنچے

دست سے دمن کے شعلہ بات جھنکا۔

وہ غافلش رہا۔ اس کی یہ غافلش بڑی امروہ تھی میرے بے چین

بر کر چھایا۔ کہیں بسنے خود کشی تو نہیں کرے؟

میرے دوست نے اگہ ٹھہری۔ یہ درد بھری بات سن میں نہیں کیا

نفاذ۔ دمن کی سیکل مستقر تھی کہ وہ پچیس برس اکام سے گزار سکتا ہے

تم کی توجہ ہو۔

میں نے تو صرف چھوٹے کھان کبے۔

آپ بارہ شمالی میں صرمت انیس کریم چکھنے کے ہاتھی ہیں۔

آپ بارہ کھوتے ہیں تو میں آتی ہوں۔ مدد کے لیے جس جگہ ہے کوئی دہشت تھی۔

روم سے جاتا تھا کہ تم دو ذی ہر کوئی ہم سر کریں۔

کوئی سی ہم۔

بیشمار ہیں ہم۔ لیکن ایک سب سے بڑا ہے۔

لو کہ اس۔

میں کھان شمالی ہمارے اندر کر دیا تھی۔ اور وہ اس کے حاجت مسلم کریں۔

میں تیار ہوں۔ لیکن پھر میں اس کو خود کھان گی۔

میں کھان کا نہیں۔

معدن و انہوں میں انیس ٹولے ایک ہیں وہ ذخیرہ میں چلے جواست

است مشدہ کی ہمت تھی اس کو لگو کر اس کی گنا میں اس میں خوراک کی دہر کری

میں داخل ہو گئیں۔

دوسری گزرتے اپنی بیش خوراک کو اپنے بارہ کی ساری تک ہم پڑھیں مگر

اس کی جگہ میں نہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بیش خوراک کھان گئیں خوراک کے منتظر

کی سلی ہو گئے۔

اس نے بارہ شمالی میں اس سے کہا تھا کہ ہم اس کو کریم نہ کھا کر دے۔ ہم

اس نے آتشیں داس جانا کر لیا ہے۔

دوسری گزرتے کھانے تھی اس نے اپنی بیش خوراک کھا جانا میں کوئی

اس دن میں کئی جہل ڈالک میں۔ بیش خوراک کھان خوراک کے ذریعہ کی اس کو کھان

حق میں میں کھان کھانا تھا جیسے بات ہوا میں جہد سوری گزرتے اپنی خوراک

کئی پڑھ لکھتے گزرتے خوراک خوراک نہ لگا۔ وہ آتشیں داس میں کئی خوراک کے

داس انہوں نے کئی کلاس کھان جہل جہل آگ کے پے مگر کئی کھان نہ ہوئے۔

دوسری گزرتے میں حق کلاس کا بیش خوراک میں کئی کھان نے کھانے

کھانے آتشیں داس اس سے منتظر کھان نہیں ہوتا داس کی ہر صرمت سے پیدا

کرتا حق لیکن وہ بارہ شمالی میں نہ آتشیں داس میں کئی خوراک خوراک سے

کوئی دہشت میں ہی نہیں تھا۔

میں بات ہے کہ وہ بارہ شمالی میں گرم ہو جاتا اور آتشیں داس میں

اداسا بن جاتا دوسری بیش خوراک بہت جہل میں تھی۔ کہہ رہا ہے۔ اس نے

پہلی گزرتے کو کریم کی ہی تھی۔ ایک خوراک اور اس کا پناہ داس کھان سنا۔

اس نے جہل میں یہ کھانہ تم نہ کرنا کہ بیش خوراک میں ہی ہر صرمت کھان

جہل میں کئی کھان جہل میں۔ میرا خیال ہے کہ تباہی داس میں کئی خوراک ہے

دوسرے کی کھان کو اس میں ایسا معلوم ہوتا ہے خوراک ہر گزرتے سے کھان

کو کریم کرتے آتھیں۔ دوسری گزرتے اسے کھان۔ کھان کھان میں کھان

خوراک کو صرمت کرتے۔ دوسرے میرا بیش خوراک گیا ہر جگہ خوراک۔ کہ میری

استری گرم ہوتا ہے جس پر اس پر پھرتی ہوں تو مجھے ٹپکے اچھلنے لگتے ہیں۔
 محمد علی ایسا ہی بنا لے گا۔۔۔ میں نے ہی استری کی فراہم کج کر لی ہوں نہ چاہک
 بیچ رہی ہوں کو لگا کر بکھڑا نہ یہ خرابی وہ ہر طے۔

وہ پلگ آیا۔۔۔ خرافہ صورت تھا اگر جب اس نے اپنی استری میں لگانا ہوا
 تو فٹ نہ ہوا کہ تم کے اس نے واپس کر دیا اور اپنے پیش فرشت کی دھڑکی ٹپکا
 کر دی۔

یہ کام چڑھانک تھا مگر اس دوسری کو گھنٹہ جیو فٹ سے کیا پیر پھر میری
 صفربا۔ وہ بادلوہ شکاری میں گتا۔۔۔ وہاں اس کے پیرا کوہ چار چوڑا سے
 سسکے۔ وہاں سے پیرا سترے پر اٹھی اور ایک نہایت چاہت پیش فرشت کے
 ساتھ تشریں دس جا کر اس نے دس جولا ٹھہرے لکے اور واپس اپنے جبرٹ کے
 نیچے میں آگئی۔

دوسرے دن وہ پھر اپنے پیچھے پیش فرشت سے لی اس کو اس نے بنایا کہ وہ
 ایک بات ایک نہایت غور سے کہ جس فرشت کے ساتھ تشریں دس کی طرف سے
 سے تھا بڑا دانا وہ سوچنے لگا کہ وہ کیسے لگن لگا پیش فرشت کے سینے کو کہیں
 ۴ محمد علی کے سیکے ٹھہرتے ہی ہوں!

اس نے محمد علی اپنی پسلی کو لگا کر کوٹھ بچھا اور دست پاس۔ قہار بچھا ہوا
 پلگ میری استری میں لگا ہی تھی۔۔۔ میں نے وہیں بیچ دیا تھا۔ یہی ہے کہ تشریں
 فراہم ہوا اب کے تھے۔ اور تھک کر میں کیا کروں وہ میری پیش فرشت کج میں نہیں

آتا کیسے ہے۔ خدا کے کڑی ہیں بہت پریشان ہوں اپنے پیش فرشت کو میرا سام
 کہنا میری حق سے کہ تم سے پرارت یعنی ہوگا۔ اس کا پیرا ہوا ہوا ہے۔

اس کی پسلی کے ٹپکے پر آگئی اس کے ساتھ اس کا چنا جس فرشت نہیں ہے
 دونوں بہت خوش تھیں ان کے نیچے آج میں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں تھیں
 مجھے کئی کچھ کی جڑیاں ایک لگا ہی میں پیرا۔ ہی ہوں۔

اس کی پسلی کو لگا کر کاٹیم سپر اٹھا۔ سے جگر کر دس کو غور ہوا۔ شک
 ہوا مگر میں نے اس جڑ سے کو فنا کر دیا اور اس ہنر سے فریم کا تھوٹ پنے پیش
 فرشت سے کر دیا تاکہ اس کے ستن کو آئی رائے نام کرے اور تھک کر اس پر استری
 کس طرح کرنی چاہیے تاکہ اس کا سوچیں وہ ہوا میں۔

وہ اپنی پسلی کے پیش فرشت سے بڑے تھک سے ہی اس نے رشتہ لازم سے
 اس کا ٹپکا ٹپکا دیا مگر اسے کوئی عیب غور نہ کیا وہ اس کے پنے پیش فرشت کے
 مقصد سے میں گئی وہ رہے اچھا سا ہوا تھا۔

ان دونوں کی حقائق میں ہوتی رہیں اچھا سا ایک دن انہوں نے بارہ شمالی
 جگہ کا پیر کریم بنایا وہ موسم کرنا چاہتی تھی کہ اس پیش فرشت کا دل کیا ہوتا ہے وہ
 اپنی پسلی کو لگا کر سے کہہ گئی تھی۔ کہ وہ اپنے تشریں دس سے اس کے پیش فرشت کو
 ریکھنا چاہتا ہے۔

جب وہ بادلوہ شمالی میں گئے۔ تو وہاں اس میں فرشت کو بھی لگ گئی جس میں اس
 نے اپنے ساتھی کو لگا کر کوئی بیٹ میں سے یا۔ دونوں بہت تھک اس لگ میں بیٹے ہے

۹۰
 ابد کے بھلائے کے لئے انھیں دلیں میں چھوڑے۔ جو ان کو اپنے زیادہ بڑے گئے اسکے
 وہ کئی دن ان کا علاج دیکھ کر باہر گئے تھے۔

دوسری گزیر حیرن تھی کہ وہ ان کہاں غائب ہوئے ہیں ایک دفعہ شیخے
 دھنکے بہتے جا رہے تھے کہ چانک اس کی زلی کا لہر شرف اٹھی اس نے اس کو
 نہ بچھا، اور کہا۔ "سمانہ کچھ گھیرے شیخے دھنکے ہوئے ہیں۔"
 اس نے فوراً اس کے شیخے نکلے امدان کو بچھڑا اس وقت سے کہ گزیر چھوڑ
 نہ آئی کہ اس نے اپنے دل سے جو چہ کر سکتا کر دیا۔

وہ یہ جوت زور ہو گئی۔ اس کی زندگی میں اس کے شیخے کبھی نہ مانت
 کہیں ہوئے تھے۔ وہ ان باہر کشمال میں کوہ حلاک کھنڈے کے ساتھ گئے۔ وہ یہ
 کہا ہی رہے تھے کہ پہاڑ شرف دوسری گزیر کے ساتھ آ گیا۔
 دونوں غاروں میں رہے۔ انھوں نے دل ہی دل میں محسوس کر لیا۔ کہ
 وہ غلا جو جڑوں پر چھڑو رہے تھے۔

۵

قرض کی پستے تھے....

ایک بڑے محفل کی تھی۔ مرزا غائب رہا سے ان کا کرانے باہر مولانا موجود
 تھا اس میں بیٹے اور اپنے گھر کا رہنے کیا ہوا دار سے آکر رجب دیوان خانے میں
 داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور اس مہمان پرست ہے۔

غائب نے امدان سے کہتے ہی کہا۔ "غلا حضور اس۔" بھی تم آگے بڑھے
 وقت پر گئے۔ میں تیس بولنے ہی والا تھا۔

حضور اس نے محفل میں چھوڑنے کے لئے انداز میں کہا۔ "مغز وہ ہیں کہ بہت
 دن ہو گئے۔ غلا و قسار اب نے بھولے تھے۔ اب اس کے بعد پانچ بیٹے ہوئے
 ایک پیسہ بچہ آپ نے دیا۔

اسلامی عثمان غائب کے لئے۔ "بھئی حضور اس دینے کو میں ب دے دل کا
 گئے تھے پانی دوا گا۔ ہوا ایک جائیداد میری تقدیر ہے۔"

"اکیس کار۔ اس طرح جو پار ہو چکا۔ نہ اس میں سے نہ سو میں سے
 پہاڑی ڈھلانی جزیرہ صول نہیں ہوا۔ چھ سو بیس سو کے ہو گئے۔

غائب نے مفتی صاحب اور سحر اس بات کو ایک لغو کے قلم بنجا ادا ہے
مفتی صاحب نے سحر پر اس سے

{ فرض کیا ہے جسے جتنے جتنے کہیں کہیں
(نکلتے گئے ہمارے نامہ مستی ایک دن !

مفتی صاحب نے سحر پر اس سے "فوب خوب" — یہ کہ صاحب کی جگہ
پر لے لیا گیا کہ اس کی شری میں تو سر نہ ہو وہاں کہ اگرچہ سحر پر اس سے
سب جتنے آئے ہیں عدالت کے لئے میں نے جھوٹے جہ نہیں دے گا۔

نہایت ہی بھینک رہے ہیں۔ دیکھا کہ جسے تو میں نے اس کے حق میں
نہایت ہی بھینک رہے ہیں۔ بات نہیں کہیں، تم میں کہیں۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

کرنے غائب ہے سحر پر اس سے "فوب خوب" — یہ کہ صاحب کی جگہ
پر لے لیا گیا کہ اس کی شری میں تو سر نہ ہو وہاں کہ اگرچہ سحر پر اس سے
سب جتنے آئے ہیں عدالت کے لئے میں نے جھوٹے جہ نہیں دے گا۔

غائب نے مفتی صاحب اور سحر اس بات کو ایک لغو کے قلم بنجا ادا ہے
مفتی صاحب نے سحر پر اس سے

سحر پر اس سے "فوب خوب" — یہ کہ صاحب کی جگہ
پر لے لیا گیا کہ اس کی شری میں تو سر نہ ہو وہاں کہ اگرچہ سحر پر اس سے
سب جتنے آئے ہیں عدالت کے لئے میں نے جھوٹے جہ نہیں دے گا۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات

سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

مفتی صاحب نے اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات

سے غائب ہے۔ اس کے لئے کافرات تارن کیے ہیں۔ اس کے لئے کافرات
کی طرح رہے۔

پراسرار دنیا

(شاحت)

شاہدہ جہاں حسن عبادتہ کی فراموشی ہوئی تھی اور اپنے گھر میں خوش تھی کہنے لگی کہ گھر میں یہی زندگی محبت ہوئی تھی۔ اور یہ محبت ان دونوں کے دلوں میں ایک عرصہ تک برقرار رہی۔

شہزادہ اس قدر کی لڑائی تھی جو اپنے خاندان کے سوا اور کسی مرد کی عزت و تواضع کا بھی نہیں سمجھتی تھی لیکن عمن عبادتہ ایسا نہیں تھا جو مختلف چیزیں سمجھنے کا مادی تھا۔ شاہدہ کی اسکی اس حالت کا علم نہیں تھا ویسے وہ جانتی تھی کہ اسے خاندان کی نہیں بڑی آواز و خیال میں مردوں سے بڑھ کر ہے بلکہ اسے تھی کہ ان سے جنبت کے بدلے میں گفتگو کرنے سے بھی نہیں بڑھ کر تھی گزشتہ ان کے اندر پہنچ رہے تھے۔

عمن کی ایک بہن و ڈاکٹر رشیدہ جیل نے قتل کے بڑے شہ کے تھے کہ وہی کوئی تھی۔ میں ان دونوں ہم اور کچھ اور تھوڑی سی بڑھاپا تھا اس میں ایک نئے پریسیر صاحب زادہ محمد ناصر تھے۔ یہ ڈاکٹر رشیدہ جیل کے خاندان تھے۔

میں بہت دیکھے چا گیا ہوں لیکن انہی کی طرح اچانک میرے دماغ میں آسمان سے اس نے میں مجھ میں اس صوفی کا تسلسل نام نہیں رہ سکے گا بلکہ اب بڑھاپے کے آگے لڑائی کا سکین ہے۔

جہاں فرما جہاں محمد الطفر بڑے خوش شکل اور جوان تھے ان کے خیالات اشفاق کرنے اس کا باغ میں بیٹھ کر فیض صاحب بڑے اپنی ستر کے آگے تھے بڑھاپا کرتے تھے ان سے میرے بڑے اچھے مراسم تھے۔

ایک پہلے کی شام کو انہوں نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ ڈیرہ دن ہمارے میں چلے پھرے انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں خود کرتے آئیں میں نے اسے علم کی تعلیم کی اس کے بعد مر جئے اسے علم کی تعلیم کی تھی اور میرا سہرا ہو گیا۔

وہ دماغ میں ڈیرہ دن میں ڈاکٹر رشیدہ جیل سے ملے جاتے تھے ان سے خاندان کی خوشی کے تسلسل کا لگاؤ تھا۔

مردم نہیں اس لگاؤ کا کیا حشر ہو گا۔ مگر فیض صاحب نے ان دونوں اپنی اپنی کے وجود و فوری خوبصورت فرمیں تھیں۔

یہ تمام حقیقی شہزادہ ہیں۔ — عمن عبادتہ کو کسی رسالت ہے جسے ڈاکٹر میں طاعت کی گئی ان دنوں یہ سننے کا ارادہ جلا دیا۔ دیکھا تھا اس کے دوستوں کے پاس سنا ہے تھے۔ وہ تنظیم اور اچھے انداز بہت قابل تھے ان کی وہی خواہش کہتی تھی۔ کہ وہ بڑے تھے لوگ کو اپنے کسٹڈیوں میں لگا رہے۔

عمن عبادتہ کی بیوا و فوری میں جگہ کی گئی۔ یہاں سوسائٹی کے بچہ کی ایک حکام

۱۰۰
کے مطابق، سٹوڈنٹ کے ایک ایسے دوست کو ملاؤ، جو یہاں کرنا گناہ
تھا اسے دور، انہیں اختیار کرنے کی اجازت، نہیں تھی۔ تربیب قریب سب سٹوڈنٹ
کے اس پاس ہی ہوتے تھے۔ عمن، وہ بلاشبہ اپنی سہ ماہی کے ساتھ قریب ہی
ایک چھوٹی سی ٹوٹا چھوٹی کو بھیجی میں بیٹھ تھا۔

عمن ایسا بڑی میں بڑی قریب سے کام کرتا ہے، اس لئے اس سے
بہت خوش تھے۔ اسکی تمام اتنی ہی تھی، یعنی کراٹھ کی لڑکی تھی جب تک اس کی زندگی
میں ملزم تھا تھا۔ مگر وہ اب اس کیلئے ایک نیا زمانہ تھا۔

ان دنوں آنکھوں اور مستاد میں رہیں تھے۔ سٹوڈنٹ جو اس وقت
سٹوڈنٹ چا سٹوڈنٹ کے دوست تھے۔ سٹوڈنٹ کی لڑکی تھے۔
جس کا یہاں کے محنت پر جڑا، وہ عشق نہگا، برپا ہوا سب ایک دوسرے
بڑنگ پھیلنے اور بڑنگ بنانے کیلئے تھے۔

• پہلے عمن۔ اسکی شادی خرمہ ہوئی۔ وہ سٹوڈنٹ نے پہلے پہل
پہلے جان کر جو نامیں پڑیں تھیں اسکی اپنے اس نام کے لئے ہیروئن منتخب
کیا۔ ان دنوں عمن سب اس کیلئے کام کرتے تھے۔ عمن اس کیلئے
وہ فوڈ اس کیلئے پر عاشق ہو گئے۔ جو سٹوڈنٹ کے رہنے والی تھی۔ اور یہی وہ شادی
کا کہیں تک کر رہی تھی۔

عمن اور عباس وہاں پہلے تھے۔ کہ یہاں ان کے جذبات کی زندگی کے
مگر وہ بڑی تیز فزیشن تھے۔ وہ دنوں کو کر کے لگتی تھی۔ ایک ہی کہنا ہے

۱۰۱
جسے میں پھر کسی وقت کھڑا۔

عمن اس کے عشق میں کچھ ایسا تھا کہ اس نے بے قاشق ہی لکھنا شروع
کر دیا اسے جتنی خواہ تھی سب قاشق کی نظر ہو جاتی۔

شاید محنت پر نہیں تھی۔ اس کو اپنے کھوے ہوئے کچھ نہ بھولا
ہو تھا۔ اس کے ایک بچہ بھی ہو چکا تھا جو اسے دن بھر رہتا۔ اس کے لڑکے
برکاتی وہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا تھا۔

• شام نے اس کی دن بھر شرمناک نظر میں اس سے کہا۔ • عمن۔ تم میرا
خیال نہیں کرتے۔ کم از کم اپنے بچے کا تو کرو۔

وہ اس پر بہت شرمناک۔ اس نے اس کے سر پر جوتے اور سینے پر ہاتھ پھینکا
کاشق سارا تھا۔

یہ ان دنوں، تو بھائی ڈیپ کے ہندوستان سے ٹون اسٹوڈنٹ میں
حازم تھا۔ شام نے اس کے سر پر ہاتھ نہ لگے تھے کسی شام اس نے تیار کر چکے
تھے۔ جیسے وہ دلی کو تم پڑے گا۔ کئی مہینے اور اسٹوڈنٹ میں وہی جیسے
تھے۔ یہ خیر گناہ کی دہشت کی دہشت تھی۔

وہ سٹوڈنٹ کے لوگوں میں ایک صاحب کو بھیڑتی اور بھی تھے۔ جو غائب سا
ہوئی کی طرح میں کام کر رہا تھا جیسے اتنا یاد ہے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بنگلہ
کے علاقے اور وہی ترجمہ کرتا ہے۔

آج پورے میں وہ روز دے اس مکان میں ہے اس کے عشق کچھ معلوم د

۱۲۲
ہو سکا۔ اس کے کردہ اپنے چہرے پر غزل سا چرم صاف رکھتا تھا اس کی
اسکی اس کی گفتگو۔ اس کا ہر انداز معنوی سا دکھائی دیتا تھا۔ ایک بات
جو ہم سے لڑتے کہ یہ حق کردہ مشہور چہرہ ہی ڈانٹ کر لڑتے ہوشیار کی طرح
ہر وقت مزہ میں ایک جڑا لیا سارہ لکھتے رکھتا ہے۔

اس کے بعد میری اس ساری حالت "ارمانشکلی" بیکھر کے مکان پر چلی
وہ میرا دوست تھا۔ میں جب اس کے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا
کہ ایک کمرے میں ڈیوڑھی احمد کرکھی پر چھٹا لٹا ہوا محبوب شراب روم پل
رہا تھا۔

اس سے علیک سلیک ہوتا۔۔۔ بڑا کایس قسم کی۔۔۔ مجھے غمیں
 کیا کہ وہ کسی سے کھل کر بات کرنے کا عادی نہیں۔۔۔ وہ ایک کچھرا ہے جو
 اپنی گردن جب ہلے اپنے سخت غم کے اندھ جھبایا ہے آپ دھندلتے
 رہی مگر نہ۔۔۔

میں نے اسے کہا۔

”احمد صاحب کی روایت تو کہنے۔“

وہ اپنے محض اراکین میں مٹا۔ ایک دانگل سے باقی کہنے
 رہا کیا۔ کسی ایک نے کانٹا نہیں ہے :

یہ جواب سن کر مجھے بڑی کوفت ہوئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں کسی سیاست دان کی طرح ہوں۔ سیاست سے مجھے کت ٹوٹ ہے۔

ابو سے دادا شکل کے نفیث پر مستند و مرتبہ ملاقات ہوئی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا۔ وہ کہنے لگا کہ میں آپ پر بیچارہ بٹا تھا۔ میں اور دادا شکل اپنی جگہ اس میں مشغول رہتے۔

قریب قریب دو سالہ گزر چکے تھے جبکہ نے قبلہ کوڑھو زیور احمد کوئی غم پہنچا تاہم کہیے ————— جب بڑی حیرت ہوئی کہ ننگال کے مکان سے رجب کوئے اگلارہ نکلتے کیسے غم پہنچی بنائے گا۔

مگر حسن بنحو — پروردگار — اس کا نام شاید سوسوڑی رکھا گیا اور
اختیار دینے کے لئے شرف ہو گیا۔

میں نے یہ اشیاء دیکھے ان میں خاص نمونہ ایک اینگریس "نیفا" ہر
 دیا جاتا تھا جس کو بد پرستوں کا چاہنا تھا۔ میری عمر میں کچھ نہیں آتا تھا کہ
 کسی اینگریس کی اسرار کو چھوکتا ہے۔ جب کہ اسے اس کی پراہ ہے۔ اس کے
 قریب ہی ہوں مگر وہیں کھنکھاتی ہے۔

گزشتہ برس تک براہِ راجی چلے جاتا رہا۔ بعد کے دو گز سے پوچھا کہ
ہذا سدا، دنیا کو کون ہے۔ گز کہ کہ اس نے جس کے حق میں نہیں تھا
جو راقہ پھیل ڈیڑھ گز، اٹیک کے ساتھ لے آئے کام کرنے کا موقع مل گیا
میں نے اس سے پوچھا تو اس نے مجھے بتایا کہ "سدا" تم جانتی نہیں۔ کیا ڈیڑھ
نچا پڑے۔ "۔ تم محمد عبداللہ کو جانتے ہو۔

۱۰ "عینہ لکھا۔" اہم نام ہے۔ یکے کو ان کے شوق جاتا ہے ہیں۔"

۱۲
 ۱۔ خیر۔ اس کی برائی ہے۔ اب بھلا۔
 ۲۔ میں نہیں سمجھتا۔
 ۳۔ اس کا نام شاہ ہے۔

میر نے جب دیو رائے سے مزہ استفاد کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ شاہ
 ریوڑ کا دیوی کی عبادت ہے۔ میر نے اسے مجھے بتا کر کہ تم میں بھائی میں میر
 کے محل میں دیکھا تھا۔ اور اس کی کوئی نگاری سے بہت متاثر ہوا تھا۔
 میر مرے وقت میں دو صاحبان تھیں ایک بھائی ناگزیر کی بھائی دوسری خادمہ
 عورت تیار ریوڑ کا دیوی کی بھائی۔

مجھے ڈیو ریوڑ احمد سے مزہ ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے سوچا کہ
 وہ بڑا اذراٹا ہے۔ وہ ہمیشہ ملنے کو نہ والا ہے۔ سوویت دوس
 کے اکثر ٹپ کی طرح کئی برسوں کی سیکس بناتا ہے۔ اور بڑے احسن سے
 ان کے خدایہ کا انتظار کرتا ہے۔

میں بڑا اچھا ہوتا ہوں۔ اس نے غریبوں پر مجھے اس سے کوئی نگاؤ
 نہیں ہو سکتا تھا۔ مجھے بڑا ہوا تھا۔ وہ نہایت کم گو۔ اس میں قطع
 ہی قطع تھا۔ اور میں اس بناوٹ کا سخت مخالف تھا۔ وہ باتیں کرتا تو مجھے
 ایسا محسوس ہوتا۔ کوئی شہین ولد ہے۔

لیکن مجھے اس بات کا اعتراض ہے کہ وہ جب بھی بات کرتا تھا تو جتنی ہی بات
 کہت۔ چاہے وہ غلو ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کئی زبانیں بولتا تھا۔ سریش

گجرات۔ اور ڈاکٹر ریوڑ اور بھائی۔ اس میں وہ بھائی ہے۔ اس کے
 خاندان کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں۔ مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ مولانا صاحب الدین
 احمد داؤد بڑا بلی دینا۔ اس کے بھائی ہیں۔ اس کے ایک بھائی دیو رائے احمد
 بھی ہیں جو کس اچھے کسان کا صاحب بن چکا ہیں۔

یہ مصروف پڑھنے کے فکروں سے یقین کر دینے کے مولانا صاحب الدین احمد
 ڈیو ریوڑ احمد دو عید کے بھائی ہیں۔ لیکن یہ یقین ہے۔ سبک
 معلوم نہیں۔ یہ دو بھائی ایک دوسرے سے تھے جیسا کہ نہیں لیکن ان دونوں
 میں ایک مالکیت مند ہے کہ احمد ڈیو ریوڑ احمد کے مشہور وزیر اعظم
 غلام حسن۔ ہدایت اللہ کی لڑکی سے بیاہے ہوئے تھے مجھے معلوم نہیں
 کہ ان کا رشتہ وہاں کیسے ہوا۔ ان تفصیلات کے متعلق مجھے کچھ معلوم
 نہیں۔

آج سے ایک ماہ پہلے احمد جب الہ آباد پر اپنے بال بچھنے آیا تو
 میری اس سے ملاقات ہوئی۔ میں اس کام کے قریب جا رہا ہوں میں کس
 کوئی کسمپرسی اپنے مکان میں لے آیا اور اس سے کہا۔
 میں نے اس کے متعلق کچھ کھنچا جانتا ہوں کیا تم مجھے اس کی اجازت
 دیتے ہو۔

اس نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔ میں آپ کی ایک دوسری
 میں بتا دوں گا۔

کئی روز گز گئے۔ اگلے بعد احمد سے میری ملاقات ڈاکٹر کے
دفتر میں ہوئی۔ رہنے بھر اس سے پوچھا کہ اب اجازت دینے
میں کتنے روز جا رہی ہوں۔

اس نے کہا اب سب سے بدترین پر اس کی محنتوں سے کام لےنا پڑتا ہوتا ہے۔
میرزا پر کتنے دن۔ اب اس نے کہا۔

میں، جس کی بہت ضرورت ہے۔ میں ایک ہفتے کی سہولت چاہتا ہوں
جو میری نفسی صحت میں دباؤ ڈال کر رکھے گا، اور شاید سب ڈاکٹر کو
کے دہرا رہے ہوں۔ میں نے کہا۔ بہت پر ہے۔ اب
میرزا کو نہ ملے گا اور میرا کھانا ہے۔

دو ہفتے کی چلے اس۔ مگر مجھے احمد سے اجازت نہیں ملے۔ میرا
سوچا کہ ایسے نکتے کی ضرورت پیدا کرے۔ ہر ایک میں، میرا
اور کچھ علاوہ کی طبیعت ہوتا ہے۔ اگر تم ان کے منتقلی کھانا پانا
تو میرا اجازت کھانے ہو۔

میرزا نے کہ میں نے یہ مسنون کھانا شروع کر دیا۔

شاید اس کو تو یہ تمام ہو گیا۔ چنانچہ میں شاہ کا نام دہلی کی سیر کرنا
کا پانچ روزہ چھوڑا گیا۔ اب جو کچھ میرا کام ہے۔ اب سے یہاں کو
ہوں۔

شاہ کو بخیر رہنے کی کوئی غرض نہیں تھی۔ دو چری مگر میرا

حسرت تھی اس کو کہ نہ کا جتا رہتا تھا۔

۱۰۷۔ اب آپ بہت ہی کم رہتے۔ اب جو جہاں میں کہ چکا ہوں پڑا
انڈیا مگر میرے۔ اس نے دو سیر کی طرح ایک چھینا سلیم بنائی اور اس کے
مافوق کام کرنا شروع کر دیا۔

اس دوران میں اس نے اپنے مخصوص دھوکے بن سے کام لیا۔ یہ چری
بیس داستان ہے میں اسے بیان نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے کہ اس مسنون
میں اس کے کوئی زیادہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا۔

حسن سب سے پہلے پر دہلی کے منتقلی میں مسنون تھا۔ جب وہاں شکست
پیدا ہوئی تو اس نے اپنا چری شاہ سے کہا۔ یہ تم بہت بیکار ہو
جو۔ میری سبزی کی صرف دیکھو کتنی زیادہ خیال رہے۔

شاہ نے کہا اس کے کہا۔

مجھے صحت کی کتنی ہی ضرورت نہیں ہو گی۔

اس کے بعد پہلی کو چھینا مسنون چھینا تھا۔ کوہ علم ہاتھ
میں داخل ہو جانے والا کوہ سے کتنی دیکھ رہی تھی۔

صحت چھینا نے اب صحت کی طبیعت جو صحت کو خود اور ہوا
جیسے کا یہاب غلوں کی گمانی تھی چھینا۔ میری چری سے کہہ کر شاہ علی
گزارہ میں اس کی ہم جہازت نہ چلی ہے۔ چری صحت ہے۔ بہت ہی سادہ

رہے۔

یری بڑی بڑی جھون ہوئی۔ اس نے صحت سے بچھا۔ یہ دیکھ کر
تمہیں کیسے تلم لگا۔

• میری دیکھو اسے ایک کو ابھی طرح جانتی ہوں •

• تمہاری بیوی متفق کیا کرتے ہے •

• صحت نے جواب دیا • تم تو بڑی کھلی عورت ہو •

• اس میں کیا عجیب ہے •

• کچھ بھی نہیں — لیکن تم شاہد سے بہت زیادہ مختلف ہو •

• کس لحاظ سے •

• دیکھو تونہ ہے — تم بیوقوف نہیں ہو — تم اپنے غار کو سمجھنا

جانتی ہو۔ اس کو اپنے غار کو سمجھنا نہیں آتا •

• یہ تم کیسے کہتی ہو •

• میں تم سے کچھ سیکھتی ہوں کہ میں اسے ابھی طرح جانتی ہوں اس کے

سادہ گھرنے سے واقف ہوں — بہت سیدھی سادھی کسی رو کی خفیہ

کار میں اس کا غلط اطلاق کرتے تھے — وہ جھنجھ جھنجھ جھنجھ

جھنجھ •

صحت نے یری کو تباہ کر اسے عشق و محبت کے متعلق کچھ معلوم نہیں

کرتا۔ اس کو بہت حق کہ وہ کیسے عجز کی محبت میں گرفتار ہو گئی اس کا خیال

تھا کہ عجز کو زیادہ دیکھ کر اس کے دل پر لگا گیا۔ کیونکہ وہ زمانہ ہو گیا۔ اس نے

کہ وہ طبیعت کے لحاظ سے بہت نرم ہے اسے اس بات کا کوئی احساس نہیں
ہونا کہ اسے چل کر کہا ہوگا •

صحت نے جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا شاہد کو مجبور کیا کہ وہ مسلم بنی

بن جانے وہ باطل خواستہ رضا نہ ہو گئی — چنانچہ اس کے انوکھے کان پر

پرست میلا کشتور ڈال دیا۔ اور احمد ڈیوینیش ایک پر ڈیوینیش

پر لگا۔ اور صحت نے شاہد کو پراسرار دیکھنا دیا

معلوم نہیں یہ نام احمد اس کے لئے تجویز کیا تھا۔ یا اس کے زیر غور

کئے •

صحت نے تم جاننے سے پہلے اس پراسرار دنیا کی بڑی قہریر کہ ہر پرچہ میں

یہ نام دیکھنے میں آتا لوگوں کے دل میں بڑا اشتیاق پیدا ہوا کہ یہ کون سی

آفت ہیں ہے چنانچہ اس نام کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا جاتا تھا۔ اس

کا نام ایک مدت بعد اس کی نیلی میں کتنی راقی اس نے کوئی چوڑی چھل

وہ بن گئی •

اس کی کہانی مشہور نفلہ ش کا چچر تھا اس میں شاہد پراسرار دنیا کو

گراں کا دل دیا گیا تھا۔ ایک شخص اس کی صحت دہشت ہے اس کے

لبہ کی ذرا حدہ شادی ہو جاتی ہے۔ وہ بڑی بھلی ہے۔ اپنے غلط سے اپنی

گرفتار دنگ کے عداوت کو بیان کرتی ہے وہ اس کو دیکھ کر تپ ہے •

احمد و دیوینیش اپنی جہاد سکیم کے تحت شاہد سے کہہ اس طرح مل دیا

مخا جس طرح اور کثرت گناہ سے بھرنے لگا، اسی طرح شاہدہ کا
شاہدہ کا گناہ نہ گنیں! انہیں گناہوں میں مشغول تھا۔ اس کے ناکام شوق کا
سلسلہ کہیں پہنچا چکا تھا۔ یہ سچ بتا رہا تھا۔ شاہدہ سے اس کو کوئی
لگاؤ نہیں تھا۔ میں اس نکلنے کی یہ بات کر رہا ہوں جب شاہدہ اس کو روزنامہ
نہیں پڑھا تھا۔

اس نکتہ میں دلچسپی افسوس ہے کہ میرے مضمون پر مسلسل ٹکھڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں۔۔۔ میں نے کوششیں کی ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں۔۔۔ میں نے کوششیں کی ہیں۔ لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں۔۔۔ میں نے کوششیں کی ہیں۔

احمد برصغیر کی خدمت میں گئے تھے۔ شاہدہ کو رنج ہوتا۔ اس شخصیت سے زیادہ تعلیم کرنا جب وہ آتی تو اعظم کو اچھا لگتا اور اسے بہت پسند کرتا۔

اوس نے یہودیہ سوچا کہ جبکہ کہ اختیار کیا تھا اس کو دے کہ جس کے لئے یہودیہ
وہ قابل تھا تھا۔ لیکن اسے موسم تھا۔ وہ بڑا ذوق مند تھا اس تھا کہ
وہ شاید کہ ایک وہ جو سوچا کہ نہیں کہ وہ کم پائے یہودیہ میں اس لئے اس کو دے

ابھی وہ آپ سے عرض کر رہی تھیں کہ وہ ایسی اکثر و بیشتر حضرات میں سے ہیں۔
 وہ یہ کہ اس باب پر وہ بھی اس کے پیش نظر نہیں آیا تھا۔

احسنہ اسلوب پر چلنا جانے سے کافی وقت صرف کیا۔ اس کے خاتمہ میں

عبداللہ کو یہ سچت سے خوش کرنے کا ارشاد ہی گمراہ طبقہ کو پیش کرتا ہے۔
شاہجہاد اسٹوڈنٹس یونیورسٹی جب عمنہ کو دیہاتہ جری آجھارت بنایا گیا اور اس
کی مقصدی تنخواہ منظور کی گئی، تو اس نے اپنے شیخوں اور زہریں زود طور سے
جاری رکھے۔

شامہ یہ سب کچھ ایک گھر پروردہ کی آئندہ بختیواری۔ کبھی کبھی رنگ
شکر کرتی مگر اس کے اندر پر جو حق تعالیٰ تھا کوئی اثر نہ ہوتا اس کو بھی تاثر
کی گتھی تھی خفا سے باز نکل کر ایدار استیلاؤں میں ایک بہن بلا میدان
فرمایا تھا جس میں وہ اپنے اشغال میں بڑی ہے لکھنؤ سے مصروف رہا
سکتا تھا۔

شاد ہو کر بیڑا سے نکل گئی تھی اسے سس گوبین کا سطل ادا کرنا تھا جس کی
محنت سے لڑائی گئی تھی لیکن اسے اپنے شوہر سے پیار تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ تم
دنیا سے نکل کر گھسے ہوئے دنیا میں چلی جاؤ۔ اسے چار سو روپے دے دینے
تھا۔

لیکن جب اس کے متعلق اشتہار بڑی جیت ہو کر پھیلے۔ تو اس کے
 بچے سے محروم ہو کر جس کو دل کھنے میں عیب غیب نہ نظر آئے پیدا
 ہوئے تھے جن سے وہ پہلے ناکشاکھ تھا۔

اس کے سامنے جو تعاقب اصرے پیش کیا وہ اس کے متفق سوچنے والی
وہ کتاب کا جبرجی۔ اس کے خلاف محض بہت تکلیف دہ قسم کا یہ ادب

۱۴
ہے اس وقت شاید اس پر سے کسی طاری تھی۔ کہ اس نے احمد کا یہ فیصلہ
قبول کر لیا۔

اس کو اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ اس کی بیوی جس سے وہ غفلت
بہت رہے اور جس کو اس نے مجبور کیلئے کہ وہ اس کی بیوی کی طرح آزاد
ہو کہ اس کا ہاتھ میں کوئی اور چوستے ہوئے نیا سینہ بد ڈال رہے تھے۔

وہ قطعاً غافل تھا۔ اس کو دراصل اپنی بیوی سے زیادہ دلچسپی نہیں
تھی۔ اس کو بہت اور بچہ بچہ کے گھوڑوں، اہستہ کے ہتھوں اور پوسنے کے کاشوں
سے شغف تھا۔

نظم بن رہا تھا۔ شاہدہ گوان یعنی پراسرار خیمہ کے نام سے اس میں
کام کرنے میں دناوت مصروف تھی۔ اور احمد ڈاکٹر کی حیثیت سے اس
کی ایسی ڈاکٹر کشش سے مایوس تھا۔ جس کے مقصد کو پورا کیسے۔

حسن عبداللہ کافی دیر پہلے سے۔ فریڈرک مصنفہ جو جسم قیمتی یافتہ مگر
صنعت سے زیادہ لکھنے لکھنے۔ اس نے شاید اسٹوڈیو سے میڈنگ
انتقام لے کر اپنی بیوی کی مہارت کے متعلق جس سے اس نے عشق کے ماحول
شادی کی تھی کچھ زیادہ خیال نہ تھا۔ اسے شاہدہ پر کامل اعتبار تھا۔ لیکن
اس کے باوجود اسے اس کی کوئی پروا نہ بھی نہیں تھی۔ وہ اب آزاد تھا اور
اس آزاد سے ناڈا اٹھان چکا تھا۔

ڈاکٹر فریڈرک احمد بڑا مصنفہ لکھی ہے۔ وہ اپنے حلقے کے دوسرے

۱۵
آدمیوں کو تنہا وقت پر مزید اٹھا کر دیتا۔ یہ اس کے کیرئیر کا ایک خاص پہلو
ہے وہ سمجھتا تھا کہ کمینہ نہیں اس میں ایک اعلیٰ اخلاق کے فرد کی تمام
خصوصیت موجود رہے لیکن سٹوڈیو افغانی سے وہ جو غلطی دنیا میں داخل
ہو گیا تھا۔ اس کی حیثیت سراسر سیاحی تھی اس نے اسے اس اصول کے مطابق
خود کو ڈھانپا رکھا۔

اس نے اس کو کسی سرکاری نہیں تھا لیکن اس نے انھوں نے پہلے بیٹے بن کر
اس کے کسی ریشمی میں تباہ نہیں کیا۔ دراصل وہ ڈاکٹر اور سٹوڈیو
نیز یہ اس کے علاوہ خوش دل پسند بھی وہ بڑے چھوٹے پہلے پر ایک
مصلح بادشاہ ہے جو اپنے اور دیگر شاعروں، بھارتوں اور اسی قسم کے دوسرے
لوگوں کا جھگڑا رکھتے رکھتے تھے۔

میں کہ میں شاید اس سے جیتنے عرض کر چکا ہوں اس کے ہی شاعر
تھا۔ ڈاکٹر علی علی، جہاں شاید ڈاکٹر کشش چندہ ایم سے اور بھارت
وایس ملزم تھے اس کے علاوہ ڈاکٹر عبداللہ چغتائی اور میرزا بھائی
سود پرور بھی تھے۔

یہ سب ان کے ملکان کے ایک گروہ میں بیٹھے کہانی کے مکالموں پر
بڑی گراں گری جنھیں ہوتی صدیات گزر جاتی اور کوئی مصلحت نہ تھا
اس کے کہ وہ بدیاری ہو رہا تھا کوئی بہت مشورہ ہوئی۔ تو برسرِ حال بکلی
نے ترقی کے مطابق اشعار سننے شروع کر دیے اور پھر یہی ہے سود

۴۹
 ہر چیز جس کا مدعا اس ذلے میں جائز تھا نے لہذا کی زمین میں چند شجر کھڑے
 کیے مگر پھل کو تاکا دیا تو اس نے ایک بھی انم ترہم میں چھو دی۔
 کرتی چند راتوں بنا بیٹھا رہتا۔ اس دن نگار تھا اس کو شوق سے
 بھاگ گیا واسطہ — ۹
 ان نشانی میں کام بہت کم ہوتا۔ باتیں بہت زیادہ ہوتیں بہت
 دیاں کو یہ احساس کمتری تھا کہ دھار دو زمین نہیں جانتا اسے وہ اپنی
 سنسکرت انگریزی جگہ نام شروع کر دیتا۔
 کبھی کبھی احمد جب کوئی موزوں فقرہ دیتے تو برٹش بیچ بکلی خوش مش
 کرتے اور کہتے۔

”احمد صاحب — آپ کو شاد رہیں۔“
 میں احمد صاحب کی دقت اپنا کم بھول جاتے اور شجر کی فکر کرنے لگتے
 محفل پر خواست کوئی جاتی اور وہ صدی رات فزول کی گھٹلیں میں مصروف
 ہوتے جو میرا خیال ہے کہ کب تک ایک بھی گل نہیں ہوتی۔
 یہ سب لوگ احمد کے خواستہ مند تھے جو شجر بیچ آبادی کو ہم شام دم کا ادھا
 لیا تھا شجر شروع شروع میں شاید سو ڈیو میں چند ہینڈ تک بلکہ
 تھوڑی سی مٹی وہیں اس کے بسبب تمام کی شروع ہو گئی مگر اسے اتنی صورت
 ایڑا من پسند تھی۔

وہاں کا فضا عجیب و غریب تھی۔ ڈراما گزرا ایک تھا۔ مگر اسے ہسٹ

دس بارہ کے قریب تھے۔ اسٹٹ اسٹٹ اور دھڑکتے معلوم نہیں یہ لوگ
 گارہ کیسے کرتے تھے۔ اسکے کہ غمناک وقت پر مٹی ہی نہیں تھی۔
 ہر حال یہ احمد کا معز وہ کہ اس نے شاید سو ڈیو کا میری کئی نہ کس طرح
 تمام رکھا ہوا تھا وہ جگہ کا یہاں انسان ہے اس کو مشکل سے مشکل وقت میں
 برائیاں نہیں کر سکتا بڑے عینان سے چاندی کی ڈبیر میں سے پانی نکالے گا۔
 بڑے میں سے چھایا اور قبائلوں کو لے کر تھے میں ڈبیر گا۔ احمد مسکنا شروع
 کر دے گا۔

اس میں تمام خصوصیات موجود ہیں جو کسی پرکاش سائنس میں ہو سکتی
 ہیں اس نے اسی ریاست کی بدلت شاید سو ڈیو بنایا اور آہستہ آہستہ
 اپنا دستہ ٹاپ کر شادہ پر قبضہ کر لیا۔

میری کبھی یہ نہیں آتا کہ اس کو شادہ میں ایسی کیا کشش دیکھی ہوئی کہ
 اس نے اسکے پہلے جہم پر ایک نگار خانہ تعمیر کر دیا وہ ایسی محبت ہی نہیں تھی
 جو انجیر میں بننے کے قابل ہو مگر شاید احمد کو اس وقت کوئی اور لڑکی میر
 نہیں تھی۔ یا آسمانی سے اتر نہیں گئی تھی کہ اس نے اپنے دوست حسن
 کی بولی سے ناتواں محبت کی کشش کی احمد میں دیکھ کر غور کرنے سے آغا غور
 ہوا کہ وہ اس محبت میں گرفتار ہو گیا۔

لیکن یہ امر بھی مشتبہ ہے کہ کتنے احمد کو شادہ سے کبھی محبت نہ ہوئی
 ہر شخص اپنے مفاد کی خاطر جب دیکھتا ہے کہ تار اپنی شرافت کا بوجھ ڈالتا رہا

۱۸۸
 قزوہ اپنے خاندان حسن عبداللہ کو بھرتی لگی۔ مگر قزوہ بھی دست نہیں۔ کہہ کر
 نئے سوہ سے کہ حق پر نہ ملک وہ اپنے شوہر سے جفا کرنا پسند نہ کرتی تھی
 میں اس کے مستقل بہن ہیں کہ کچھ حرم میں لوں گا۔

لیکن میری گویہ بات نہیں آتی کہ شہا احمد کے ساتھ کیسے رہتی تھی
 ٹھہرتی تھی۔ میں بول گیا۔ شہنا مشورہ میں وہ دفنوں الگ الگ
 رہتے تھے۔ مگر میں ایک ہی کوٹھی میں رہنے لگی۔

ہلے کوٹھ میں تھا۔ میں تختہ میں ملازم تھا۔ میں کوٹھ میں دھانکے پر ٹھکان
 کھڑا رہتے۔ اس وقت ایک روز مجھ سے کہا۔ کوٹھ کوئی کھانا نہیں رکھتے ہو
 میں نے چائین باؤچ میں چاہا کھانا نہیں رکھیں۔ مگر کہتے مجھ سے کہا کہ
 کچے سناؤ۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ اہ چاہوں کھانا میں اپنے بھائی سے
 ملویر کو بھیجی۔ جوت پیرا کھڑا تو میں ملازم تھا۔

پہلی کھانا کھڑا نہ تھا۔ مجھے جوتے نہ مل سکے کہ کار ملا کہ تھدی یہ
 کھانا بہت پسند کی گئی ہے بہتر ہے کہ تم پورے پہلے جلاؤ تاکہ اوروں سے
 جلا نہ لگے۔ جوتے ہو جائیں۔

میں چلا گیا۔ اب یہ ایک ہی حکایت ہے کہ میں وہاں کس طرح پہنچا
 میں نے شہنا کو کھڑا کر دیا کہ وہ کچھ صوف ایک دلچسپ بات بتائے تھیں
 کہ سب سے پہلے میں اس کوٹھی کی مرمری درپیش خانہ میں گیا چلوں
 ایسے ملے جہاں سے شہنا کے کھڑا و شیراز حالات معلوم ہو جاتا کہ میں۔

میں جب اندر داخل ہوا تو سامنے دو دروازے دروازے میں جھلکھاتے اور
 قزوہ ٹھیک سے پر سیاہی پلنگہ و تختہ انہیں تھی۔ میں بڑا دہل ہوا میں نے کہا
 کہ اچھا چلا جاتی ہیں سوہنے مجھ کو کھانا سے ملوں۔

شام کو اس سے عادت ہوئی وہ دفتر میں بیٹا بڑا ساگر سولگتے اپنی
 کر کے پر بیٹھا ایک طرف شاہہ حق دوسری طرف جوت پر پہلی جوت سے
 ٹھیک ٹھیک جوتی ان کے پاس کھانا کھا دھا تھا جو عذابا احمد نے احتراماً
 منگو کر لیا تھا۔ احمد سے میرے بیٹا میں گفتگو مشورہ کی لیکن نہا بکے
 اس میں ہمارا کس جوت اور شاہہ جوتے میں جوت زبان نہیں کہتے اس سے
 جوتے اندر میں بات چیت شروع کر دی۔

میں نے جب اسے پر کھاتے تم کہتی میں دلچسپ تھا قزوہ تو آواز فرما
 تھا۔ پراب اس میں بڑا تبدیلیاں پیدا ہو گئی تھیں ایسا لگتا تھا کہ وہ
 رہنے کے باعث صبر سا لگتا ہے۔

اس نے اپنے گفتگو میں انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا تھا اور شاہہ جوت
 بلا سرا رینہ سے مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔

اس کی شکل و صورت میں کوٹھ ایسا بات نہیں تھی جس میں کوئی مسافر بیٹھا
 ہو۔ سولی ضد خال کی صورت تھی میں نے جب اسے پہلی مرتبہ احمد کے دفتر میں
 دیکھا تو مجھے یہ محسوس ہوا کہ وہ اپنی زندگی کی ایک ایسی تصویر ہے جو پیش
 میں چھت چنگے کے باعث اپنے رنگ کھو چکا ہے۔

۳۰
اس میں ایک شرسوں کی ایک یلڑیست نہیں تھی۔ غاصبوں ایک کڑی پرستی
تھی اسکو مسلم ہو گیا تھا۔ کڑی کون ہیں۔ وہ یہ ہیں جو ان کی تھی کہ ان کو اس
کے خرم عن بدعت کو ابھی طرح جانتا ہیں۔

مقررہ دیر خوش بیجا بادی سے گفتگو ہوا رہی۔ وہ اپنا نام کا کلام یعنی
روم کا اٹھا تھا وہی تھا جسے چیتھے تھے وہ احمد شہرہ برین نام ڈاکٹر کی نقل آمد
رہا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ ایک ایسا سا جڑ خوش میں رہا ہے میرا خدا
میں وہاں اپنی ایک کہانی چنے کے سلسلے میں گیا تھا اس کے متعلق اس دن کوئی
بابت نہ ہو سکتی۔ اس کے کوئی نہ بدستور خیال کو نہ بچھو گیا۔

فلتین میں حسن میرا لہ کو میرے ہی لازم رکھوایا تھا۔ اسکی حالت بہت
چلتی تھی ایک دن میرے پردہ گشتی کھنڈو مسٹر سکری سے کہا کہ وہ بھی ڈاکٹر کے
نزلے میں اس کا دست نہ ہلکے اس کو شرم آئی چاہیے کہ وہ بڑب کسپری کی حالت
میں زندہ کی بسر کر رہے۔

مکرمی نے دستار بندی اسے بلایا آپس میں دستار گفتگو ہوتی اس کے
لیو کر کہنے دستار دینے میں اس سے کہا۔ کہ وہ فلتان میں کیوں نہیں کہتا۔ تو
وہ دھن پر گیا۔ اور اس کی تنخواہ چار سو روپہ ہمارا مقرر ہو گئی۔

حسن میرا لہ بڑا کام چھوڑے اس کو کام کرنے کی حالت ہی نہیں ہے میرا
خیال ہے کہ وہ ہاتھ بے کدوسا اس کے لئے کہنے اور وہ لکھے

ان دونوں "اسکڑن" میں رہا تھا جس کی کہانی میری تھی ہوئی تھی۔ اس

۳۱
کا سفر میں جب مجھے لگا کہ اس نے مجھ پر ہنسے احسان کئے۔ مجھے
کچھ مشورے دیئے۔ جو انکی نقطہ نظر سے بالکل غلط تھے۔ میں نے ان کو بالکل
نقصر انداز کر دیا۔

اس دوران میں وہ مجھے تھکا تھا کہ اس کو شاہدہ کی محبت اب بھی
ستاق ہے۔ حالات میں جانتا تھا کہ وہ ایک لڑکی سے درجہ اولت ہو چکا تھی
جس کا نام دیرا تھا اور جسے ہم نے "اسکڑن" کی بددیوشتی تھپ کیا تھا
اپنا نام نہاد رہا ہے۔

شروع شروع میں وہ سیکھنے لکھنے میں سفر کرتا تھا۔ برقی ٹرین
میں تین دو بجے ہوتے ہیں۔

مقررہ۔ سیکھنے اور فرسٹ۔

فلتین شہریت کافی دودھ تھا۔ غالباً انیس میل۔ پیدائش
میں کہنے میں کم دیکھ میں گشت گشت۔ لیکن وہ رات باہر چلتی اس نے
علم اسکڑن کے لئے دیرا کے ساتھ گفتگو کی کہ اس نے فرسٹ کلاس
میں اپنا جانا شروع کر دیا۔

میرا خیال ہے کہ اب اس سلسلہ خیالی کو یہیں بند کر دینا چاہیے۔
میں احمد کے دفتر میں بیٹھا ایک ابراہیم کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ
بدستور خیال بھی تھا۔ لیکن میرے نزدیک ان دونوں میں کوئی پرانی صورت
نہیں تھی۔

۱۳۳
میں تو پراسرار دنیا میرے لئے دھنک اچھنی اور نئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود
میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں اس کو اس کی بنیاد میں سے جانتا ہوں جیسا کہ میں
اس کے خیر و شر میں کو چکا ہوں وہ بڑی مگر نویں کی صورت ہے وہ کھائی دیتی ہے
میرے دلہ دماغ میں بے شمار خیالات تھے۔ اس نے کئی مہینے جلائے گا
وہ مت بن گیا تھا۔ اس نے مجھ سے اپنی زندگی کے واقعات کچھ اس انداز میں
تسلے تھے کہ میں ایک سادہ لوح ہونے کی وجہ سے قادر ہوا تھا۔

اس نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اس کی بیوی شادہ کو اس سے تہ تیغ چھینا
گیا ہے لیکن بے حرکت ہے ایک خاندان سے اس کی بروردگی میں چند روز
بہت دیر کے لیے چھینا جاسکتا ہے۔

اصل میں وہ اس سے غافل تھا۔ اور سینہ پر ہوا پر وہ صاف
کے مشق میں رہتا تھا اس کے علاوہ اس کو جوئے پانی کا بھی خوشی تھا۔ خواہ
کھیت اور اکثر ہوتا۔

اس کو اپنی بیوی سے ہمیشہ یہ لگا رہتا کہ وہ اس کی بہنوں کی طرح سے
آواز دہنہ دے۔ وہ مزید نصیبیوں سے قضا آگشتا ہوا نہیں جانتا تھی وہ
ہی دل میں گزرتی تھی کہ اس کا خاندان جو غم میرا بڑی میں کام کرتا ہے کیوں
اسے مجبور کر رہا ہے کہ وہ غم اچھلے میں بیٹے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ شادہ ایک اپنے روشن خیال اور بے
ہنگ خاندان کی خاتون تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس میں حجاب۔ بدرجہ اتم موجود

تھی۔

اس نے مشورہ مشورہ دیا کہ اس نے اپنے خاندان حسن عبد اللہ سے یہ شکایت
کی کہ وہ لیکن ایک ایجنٹ سے مشق لڑا رہا ہے۔ لیکن جو کھیت ہے اور
بیکار ہو رہا ہے اس کے لئے

مگر میں نے اپنی بیوی کی کوئی بات نہ سنی۔

ڈیوڈ نے میری طرف سے لکھی پستور اتار دیا وہ اس کا اتنا استہام کرتا
تھا۔ کہ وہ سمجھتی تھی کہ وہ اس خاندان کے قابل نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ
یہ عرصہ بہتے گا کہ اس کے ساتھ ڈیوڈ نے چھپا کر رہے گا کوئی ایسا
مرد ہے جو عرصہ سے ساتھ میں اس پر زیادہ مہینے اس کا کر رہا ہے۔

میں میں پر وہاں کے چکر میں پڑا تھا۔

میں اس کے پاس تباہیوں کو سمجھتا ہوں بڑی جتنی کہ صورت
سے اور میں جراتی رہتا کہ قریب قریب چھوڑ چکا تھا۔ اس کے پیش
نظر وہ اس کے بارے میں کیا رائے قائم کر سکتی تھی۔؟

ظاہر ہے کہ ان کے دماغ کا انجام ناکام رہا۔

موت کے لئے گھاگھا میں بہک گیا اور باتوں ہی باتوں میں خدا معلوم
کہاں پہنچ گیا۔

وہیے آپ سے یہ عرض کرنا تھا کہ اس کے دفتر میں جب بیٹا سے
میری ملاقات ہوتی تو میں یہ معلوم کرتے ہوئے تھا اور جب میں پہنچے

ہونے پڑتا ہوں تو مجھے تلفیق برتنا پڑتی آتی۔

چنانچہ میں نے چڑا سوار بننا سے کہا۔ کہ آپ کا اسوار تو میں نہیں جانتی۔ اس نے کوہ ڈیوڑھا لٹا احمد کے پاس منو ڈھے۔ لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ آپ نے اپنے ظہور کے ساتھ دوسرا کیسے۔

یہ سن کر ڈیوڑھا احمد نے میری طرف دیکھا اور یہ معذرت کر کے کہ اسے کسی سے باہر شام ہے۔

چلا گیا۔ اور ساتھ عرض ہے آبادی کو بھی لے گیا

اچھے معاملوں میں ڈیوڑھا احمد کا کوئی جواب نہیں۔ وہ ہر

دعویٰ اور ہر کذب پہ کھاتا ہے۔ دیکھا دیکھتا ہے کہ وہ چنگل اسلیم کے ماتحت نینا کو حاصل کرتی ہیں کا یاب ہو گیا۔ جس کو اس نے چار سوار بنادیا۔ اہل میں اسوار مارا احمد کا ہے۔ جس نے اسے ایک موٹی بوتلی بنا کر دکھ دیا ہے۔ صورت اس کے گھر میں اذیت دیتی ہے

ایک انداز میں اس نے گھر میں بھی دیکھا جس کا چوڑا صحت مند نہیں تھا۔ یہ ڈیوڑھا احمد کی کارگری ہے۔ یا آپ اسے کچی اور نام سے دیکھتے کہ وہ ایک اسے پاتا پر ہے۔

میں نے احمد کے بچے جانے کے بعد نینا سے سلسلہ گفتگو کا آغاز کیا۔ جس نے اسے کہا۔ کہ وہ تمہاری یاد میں اکثر اسنو بہاتا رہتا ہے۔

یہ سن کر اس نے مجھے ہونے پڑا ہوں پر ایک عرب کی فطرت کی سکراٹھ منور ہوئی

منو صاحب۔ آپ اس شخص کو نہیں جانتے اس کا ہر انشوا گریز کے محاورے کے مطابق گرچہ کا اسنو ہوتا ہے۔ وہ اسنو نہیں بہاتا بلکہ اسنو اس کی بہلتے ہیں۔

یہ جو میری سکریٹ میں آیا۔ ہر سال شہد موت پر اسرار دنیا کی ہے اسرار مسیحی کی یہ ظاہر کے دینی تھی۔ کہ جو کب اس نے کیسے اس میں دھن کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

ان دنوں میرا باقی کی چاریاں ہو رہی تھیں۔ اس کے علاوہ کوشن بنگلہ کے بچے احمد نے حسب دستور اپنی چنگل اسلیم کے ماتحت بہت محنت کرکشی ٹھیکر کا پارٹ اور اس کے نئے زیر صاف ہو کر دکھا

صحت جو عرض کو چر دوز جاتا تھا کے ساتھ کھن اور دوسری طاقتور تھا اور کھن جاتی تھیں۔ کہ وہ بہت دبا تھا۔ اور اس قابل نہیں تھا کہ وہ کھن چر دوز ہو سکے۔

مہارت ٹرینس کو کھن کھن کے ساتھ ساتھ اسرار شہد کے اسوار میں اسرار کتا چر گیا۔ جو اس کے پرگم کے بین سلطان تھا۔

نیا ہے کہ جب چاند کسی دوسری صورت کے ساتھ ہوگا تو اس کی

۱۲
 بنی رحمت جو دشمن خیال احمد استاد جو۔ یعنی کسی نہ کسی سے جتنی راہیں
 کرسے گئے چنانچہ بھی ہوا لہذا مشہور کیمینٹ لیسٹ سید حسن سے اس کا ساتھ
 برائی۔

مجھے اس زمان کے متعلق پوری معلومات حاصل نہیں تھیں اسلئے میں نے سید حسن
 سے پہلے لاہور میں کئی ذاتی کیمینٹ لیسٹ اس سے مکمل کر لیت نہ کر سکا۔ ہر
 روز بھی سوچتا کہ وہ کس طرح جب وہ آئے گا یا جب میں اس سے ملوں گا تو
 احمد کی ہوش کے بلب میں وہ پختہ کرانے کے لیے مسلسل کیے ہا کیونکہ ان کے
 ساتھ تھا کہ صوفیہ جو کافی پر مشتمل تھی حرکت ہے اس کے عمل کا نفسہ میں
 حرکت کی طرف سے گئی۔ احمد سید حسن میں اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ احمد
 ان دونوں کی شادی ہو گئی۔

میں یہ مصنفان ضرور مکمل کرتا جو کس لحاظ سے بھی تشدد رہتا لیکن چاہیے
 حکمت کی مشینری حرکت میں آئی اور سید حسن گرفتار کر لئے گئے احمد نے
 کو وہ کیمینٹ دی۔

گرفتاری سے پہلے ایک نام جب ان سے عادت ہوئی تو وہ اپنے باپ
 میں رہیں گا گا جو راجہ کو پا رہے تھے۔ میری درخواست تھی کہ ان سے کوئی
 کرید کر احمد کی سابقہ بری صوفیہ کے متعلق پوچھوں کہ اس سے ان کا سامنا
 کیے ہوا۔۔۔ اب وہ کہاں ہے۔۔۔ سید حسن تین برس جیل میں رہنے
 کے بعد آئے تھے۔ احمد اور سید حسن میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ احمد سیاسی

۱۱
 آدمی ہے۔ سید حسن اس کے برعکس جذباتی۔۔۔ اسے چنانچہ اس کی پسند نہیں وہ
 چاہتے کہ جو کام جو شرافت ہو قبول کیجئے میں وہ بڑے چمکے ہیں لیکن احمد کی
 طور پر بہت عام۔

گرفتاری سے چند روز پہلے وہ میرے یہاں تشریف لائے۔ مصیبت
 تھی کہ میرے اور کئی ذاتی موجود تھے۔ ان کی موجودگی میں سید حسن سے
 میں مکمل کر بات نہیں کر سکتا تھا۔ باتوں باتوں میں ان سے میں نے پوچھا۔
 ”کیجئے اب آپ کب جیل چلیں گے۔“

سید حسن نے باپ کا ایک کٹن رنگا یا اور مسکرا کر کہا۔ ”چند دنوں میں
 اور واقعی وہ چندہ میں عدالت کے بعد جیل میں داخل کر دیئے گئے اور میرا یہ
 مصنفان مکمل رہ گیا۔“

میں کہیں سے کہاں پہنچ گیا۔ لیکن کیا کروں۔۔۔ یہ موضوع ہی اس سے
 جو جزا پر ہے۔

شامہ شہزاد کے شوہر محسن عبادت ایک بڑی خوشحال لڑکی سید پر عبادت
 سے شوق فرما رہے تھے ان کی بھری پر احمد صاحب بڑے سلیقے سے اپنی سلیم کے
 طاقت بہت بہتہ ڈوبے ڈال رہے تھے۔

احمد اسرارہ بھی بہت کچھ ہو رہا تھا۔ کوئی ستر فزانی تھیں ان کے ساتھ
 ایک پنجابی لڑکیا شوق دار رہتا ہے ستر فزانی احمد کی رشتہ دار تھیں اس ستر
 فزانی کی۔۔۔ بہر حال کہنا یہ ہے کہ میں نے کئی مرتبہ اس کو ان کے گھر میں

وہ بچہ بالکل لوشا بھی عجیب مزاج معلوم نہیں کرتی اسے عادی تھا لیکن ظاہر
میں نہ کرتا کہ اس کو مل کو دے دیتے تھے۔

مفسرِ قرآنی خادش کری پر سناں لگاتے جیسے تھے اور ان کی ریگم پیچلی
فرمان کو اپنے اٹھتے لکھانے کی رچتی۔ کہیں کہیں برسوں کن رجبی جو بابا کو
مفسرِ قرآنی کے سامنے رکھو ملیں گی ایسی اس وقت ثابت و مسلم رہتی۔

جب سلسلہ تھا۔۔۔ عین میدانِ سیستان پر چھاپا پرو جان کے مفتوحے کے
چکر میں تھے ان کی بولی پر احمد پنا سلسلہ تھا بے تھے اسرار احمد کی بولی صوفیہ
سید حسن سے مدد مانگ رہی تھی۔ اود الہ کے بطنے بچھنے والوں میں بھی
اسی مہر کا سلسلہ جاری تھا۔

میں نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو غصہ چلا گیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے یہاں
 بیٹے ہیں اور انکی جبری گھروڑے جو بچاؤ کر رہے ہیں۔ ایک
 مشورہ اپنی بہن سے ملا کہ جبری کو چھوڑ کر کسی ایجنٹ سے ملے۔ بچے
 پر ایذا نہ ہو۔

برائے خفا ہے کہ دنیا میں ایسے واقعات کی کمی نہیں مورتی صبر و
 بخشش ایسے ہی مسئلے کرتے رہے ہیں۔

ایک بات یہ تھی کہ اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے بے اتفاقی کرتے ہوئے اور عہد کے فتنے میں گرفتار ہو جائے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ ہمارا

میں صرف چند مرتبہ ایسی نگاہیں لگی جو کبھی اور دوسے ناظر نہ جھٹکیں،
 پروتا میں احمد الدین (شاہ) دیکھتے رہتے تھے۔ ایک بگڑا ہوا بہت
 اچھا لیکن احساس میں کبھی کبھار آتا۔ سلیم صاحب کی غرض پہلی کڑا اور چلا
 جاتا۔ آہستہ آہستہ اس نے وہیں متعلق عہد پر قیام کر لیا۔ اب وہ
 مدغونہ، ایک ساتھ بیچ کر لاشہ کرتے اور ہر کو بچے کھاتے اور دات کو ڈنر
 پر بھی ایک ساتھ دیتے۔

اسٹوڈیو میں تو خیر ان کا ایک ایک ٹر ایک دوسرے کے ساتھ گزرتا۔ عجیب بات ہے کہ اس صحن میں اچھٹے کوئی ایسا حرکت نہ کی جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ شادی کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے۔

شاہدہ کے خاوند حسن میراٹھ کو تو اس کی اپنی عکسٹ ملنے کے ذریعہ سے اپنے اسٹوڈیو سے یوں نکال چکا تھا۔ جیسے عکس سے بل۔ وہ مجھ کو اس سڑکوں پر پہنچا تھا، ایک زمانہ وہ مجھ سے کہ وہ اپنی بیوی کی وجہ سے بونہ سے مجھ کی کار میں آتا تھا۔ پھر اب اسے کوئی لغت دینے والا نہیں تھا۔ میں ایک روز ٹیکس پر فیئٹکشن روڈ سے گزرا ہوا تھا کہ حسن مجھے نظر آکر اس نے ٹیکس روکوانی اور اس کی خیریت دے دی۔

نہائیے عزیز صاحب۔ آپ کہاں ہوتے ہیں آج کل۔

اس کے چڑنا پکے چرب پر سکا ہوا — عجیب قسم کی سکا ہوا

پہنچا ہوں۔ — آج کل میرا کام سترکیں بنانا ہے۔

میں نے انراہ مذاق اس سے پوچھا۔ سیشن روڈ کی لمبا کی اور چوڑائی

اسی نے مجھ پر یہی انداز میں جواب دیا۔ آپ مجھے ہمہ -
ایک طرف لڑی۔

میں نے اس سے کہا کہ آؤ ٹیکسی میں بیٹھ جاؤ، جہاں نہیں جانا ہے وہاں چھوڑ دوں گا۔ ٹیکسی نے ہری یہ دوست قبول نہ کی بلکہ ایسا کہیں ہوا کہ وہ بہت مشتعل تھا۔

اور اس منظر کی دھج دھج گئی تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اپنی بیوی کا قریب قریب گھر پہنچا تھا۔ سسینے پر بچا پردہ صاف اس سے سخت ہے اعتنائی بڑھ رہی تھی اس کے علاوہ وہ سمجھے ہیں اپنی ساری جیت پر بھٹی مار چکا تھا اور کوئی حاضرت بھی نہیں تھی۔ جس کا نام سنا رہا۔

ہم نے اسے چڑھا۔ "نارویج میں پر جان کو کیا حال ہے؟"

اس نے زیرِ خنجرے مانتے جواب دیا: "میری مثال ہے۔ اب اس سے خواجہ احمد عباس مشتِ لڑا رہا ہے۔ اس کا کیا حشر ہوگا۔"

مومن نے سکڑا کر کہا: "دو تین مہینوں کے اندر اندر گنتا ہوجائے گا۔
ہم نے پوچھا۔ کیوں؟"

اس نے جواب دیا : " اس صحت کو آپ نہیں جانتے۔ وہ صحت نہیں
 سیخنی دیر ہے۔ اور وہ بھی ایسا کہ اس کے گونے پر سے بال چر بھی
 نہیں اٹھتے۔"

میرے جسم پر چھتار پالیں۔ میں نے سوچا۔ اگر یہ میٹھی دیندہ میرے
 ہاتھ میں آجائے تو میں کتنی جلدی اس لذت سے نجات پا جاؤں گھر کا
 شلوپہ کہ میں نے کوشش نہ کی۔ وہ نہ میری بھی تشریف ہی ہوتا جو حسن عبداللہ
 اور خرمبہ احمد کاس کا ہوا۔ خرمبہ گنہگار ہو گیا اور حسن کے بال بھی
 چھڑنے لگے۔

دست کے بموجب میں منتقل ہوں۔ اس وقت اس کا روزِ سفر نو مئی ۱۸۸۷ء تھا۔
 قاضی صاحب نے اس کی حالت بہت دردناک تھی مجھے معلوم تھا
 کہ وہ مسٹر ایس۔ مکی کا دوست ہے اس لئے کہ وہ کچھ روزہ جیسی ٹائینر
 میں ایک ساتھ کام کر چکے تھے اور وہیں کو مائل بہت دلتا رہے۔

احمد مجتبیٰ خان کی زندگی سے انہیں علم ہو گیا کہ وہ اس وقت صرف سادہ سادہ لوگوں کے ساتھ ایک اور جیس رہا معلوم نہیں اس کے ساتھ اس کے کیا تعلقات تھے بہرحال وہ اس کے نکل کر اس نے اپنی ذاتی فلم کھینچ کر اس کی ایک کاپی کراچی میں بھیج دی۔ اس کے بعد شہر کبیر پور میں احمد بہت سیانا اور زمین داری ہے اس نے بڑے بڑے دارو اور لوگوں کو چھوڑ دیا کچھ ایسے عہد پر کہ ان

مصنفوں میں کہیں عرض کر چکا ہوں کہ اس پر وہاں بڑی جتنی کوشش کی گئی ہے
 ہے سا ہونے لگی اور صورت سے بالکل پیدا کرنا چاہا ہوگا کہ اس نے طلاق کا
 مطالبہ شروع کر دیا ہو بھی تھا اس کی تہذیبی سے تنگ آگئی تھا مگر طلاق کا مطالبہ
 بہت چیز تھا اس نے کوشاوی سولی بیعت کا تعلق کے وقت ہوئی تھی اور صورت
 اسی صورت فوت یعنی تھی کہ فریقین میں سے کوئی نہ ثابت کرنے کہ وہ زنا کا رتی
 کا مطلب ہو رہے۔ چنانچہ وہ دونوں بیان ہوئی میں باقاعدہ کا فرانسس ہوئی اور
 یہ نے پایا کہ یہاں عدالت میں اپنی دہلی کے اس حکم کو تسلیم کرنے کہ وہ انہماقی
 فریقین فریقین اور اس کے لگاؤ نہیں دوسرے مصنفوں میں نامزد ہے۔ ساہوکار گیا
 جب مقدمہ عدالت میں پیش ہوا تو اس نے کئے اتفاقاً میں کہہ دیا۔ کہ عدالت
 کے قابل نہیں۔

خیر۔ میں تو اس تھے کا ذکر بغیر غیر ضروری معلوم ہوگا مگر اس داستان کے
 بیان کرنے میں مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے اس کا ذکر دیا۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں، دیر پا پس ہے وہ بہت مایوسیوں کے بعد
 اپنے وطن سے ہجرت کر کے کسی شخص کے ساتھ جہنم چلی آئی جو مسلم آزادی
 سے وابستہ تھا اس نے وہاں کو سو فی صد ایجنٹوں کے حوالے کر دیا مگر سو فی صد ایجنٹوں
 شخص کے لئے اسے کب تک اپنے ساتھ چپکانے رکھا۔ مگر ڈی دیر کے بعد ہی
 اس کو بھی لٹا گیا۔

میرا شکل صورت کے اعتبار سے وہ کھلی جانکتا ہے نہ صورت اس کا سینہ (۔)
 بالکل پائٹ ہے۔ سلیج رقیق دکن معلوم ہوتا ہے۔

اس کا ایک کو ایک دلچسپ واقعہ سنائی غصتان میں ہم لوگ آٹھ دن کے مہینے
 سے ایک نظم بارے تھے ہمیں کہیں کی طرف سے مجبور کیا گیا کہ سب دیر کو ہمیں وہی
 کاروں دیا جائے۔ اشوک کار کو سخت اعتراض تھا۔ مگر میں کھتا تھا کہ اس دیر
 میں ادا کاری کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔ ایک صورت اس کے لئے کا پائٹ بن اور
 کر دینا چاہیے۔

چنانچہ میں نے اس کو دیکھ کے ایک اپنی میں اور لٹٹی میرے ڈائری سے مشورہ کیا
 ان دونوں نے مجھ سے کہا۔ تو تو کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم یہ شکل حل
 کریں گے۔

مشکل حل ہو گئی۔ وہ چیز جو بس دیر کے لئے تھی پرنا ہی تھی پکڑے اور
 روٹی کے ذریعے سے تیار کیا اس کو پناہی تھی۔ مس دیرا جب تو تنگ سے
 نارسا ہو کر من عبد اللہ کے ساتھ اپنے گھر جاتی تو اس مہینے چیز کو اپنے ہم
 سے علیحدہ کر کے کھوٹتی پر لٹا دیتی تھی۔

میں دیر کے پاس ایک چھوٹا سا کتا تھا۔ وہ گھر سے برقی ڈینگ کے
 ذریعے سے فرسٹ کلاس میں اس نئے سٹے تھے کے ساتھ غصتان آئی۔ جب فرنگ
 برقی تو وہ میں دیر کے کمرے میں بندھا رہتا۔

من جلد سکینے لگا اس میں اسٹوڈیو آتا تھا لیکن ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ
فرست لگا کے ڈپے سے باہر نکلا اس کے ہاتھ میں ڈگری تھی۔ جس کی بجائے ساتھ
اس دیر آگے نکلے کا فریمورسٹ پٹا منسلک تھا۔

سنگھ پٹلا والا قہر تھا۔ بہر حال وہ کس قدر جتن راہ ان دونوں میں گاڑی
پھینے لگا وہ دونوں اکٹھا کھڑے۔ اگلے اسٹوڈیو آتے اور ٹونگ ختم ہونے پر
اگلے واپس جاتے۔ ڈیوڑھی اور کپڑے اسات کو تنہا دینے کی اتنی فکر
نہیں رہتی گرد اس کو بھلا خوب جانتا ہے اگر آئی پونہ کی کسی پہاڑی پر چلا
ہو رہا ہے تو اسے سڑ سڑ مار دے مستحق کیا گیا ہے۔

ایک رات مشورو ہو رہا تھا۔ اس سڑ سڑ دھانی تھے مسلم نہیں کسی رنگ
میں آکر اس نے ان سے کہا کہ "وہ جان گئے ہے"

دھانی نے اس سے پوچھا۔ "کون جان گئے ہے"

احمد نے جواب دیا شاہدہ۔ وہ گھیسے شادی کرنے پر رضامند ہو گئی ہے۔
"مجھے مسلم نہیں کہ ان کی شادی کہاں ہوئی۔ لیکن صرت آتا جاتا ہوں
کوئی اسیت تھی جہاں ان کا نکاح ہوا۔ اسٹوڈیو کے اسات کے کئی لاکھ
دو لکھ لگے تھے ان میں سے ایک کا یہ بیان ہے کہ شاہدہ شادی کے
بعد بھی ناخوش تھی۔

بسیار میں عرض کر چکا ہوں وہ بہت کم گو شریف اور گھر پر قسم کی صرت

ہے اس کو جرم سے باجے کہتے اور شور و شر سے کھٹک فرمت ہے۔ جب وہ لہا اور
دوہن کو کسی سبائی موڑ میں بیٹھا تھا تو شاہدہ کے قدم نہیں اٹھتے تھے اس
کی انگلیں اسٹونڈ سے ہرگز نہیں شاہدہ اسٹوڈیو کی انگریزوں نے اس سے
بی۔۔۔ آپ اتنی ڈیگے رہ گئی ہیں۔ احمد صاحب کے ساتھ ساتھ چلیں۔

مگر اس پر عجیب۔ تم کا بوج طاری تھا آخر احمد ہی کو اس کے پاس کہنا
پڑا کہ سنے بڑی جرات سے کام لے کر اپنی دوہن کا ہاتھ پکڑا اور اسے سڑ
میں بٹایا۔

ڈیوڑھی احمد کی پہلی بوری سفیر اور شاہدہ بڑی کچی سہیلیاں تھیں شاہدہ
جو برو توفی کی مڑک ساہواریں ہے غالباً یہ محسوس کرتی تھی کہ اس نے اپنی
سہیلی کے ساتھ دھنا کی ہے۔

لیکن ان کی سہیلی سفیر اس دوران میں شور کیونٹ سب جسن کے مشرق میں
گرفتار ہو چکی تھیں مجھے انیس ہے کہ اس سائیکے کی تفصیل مجھے معلوم نہیں صرت
اتنا جانتا ہوں کہ جب سفیر تھیں کہ انفرنس یا کسی اور سسٹے میں صریح گئیں تو
سب جسن وہیں موجود تھے یا وہاں پہنچ گئے اور ان کی شادی ہو گئی۔

سب جسن بڑے جیسے دریا بانی زبان میں آ رہی ہیں بہت پر غریب جب
پکتن میں تین برس کی تھ کہ اسے تو مجھ سے ملے میں ان دونوں سے
مصنوع تھے کا ارادہ کر رہا تھا۔ پہلی طاقات میں ان سے کچھ پوچھتا میں نے

میں رہ گیا۔

دوسری طاقت کچھ ایسے نکلے تھے، جو کوئی آپ سب گھر میں دوسروں کا
بھگت نہ کرتا تھا، میں ان سے ان کے واسطے کہ وہ میں کوئی بات نہ کر سکے۔

تیسری طاقت ایک اہل بیٹنگ میں ہوئی، میں نے ان سے کہا: "ممان
یکجے گا۔" مجھے آپ سے ڈیڑھ نو امد کی سابقہ دیو سینگ کے ستن کچھ
پوچھنا ہے اس پر مراد نیت پر ایک مسنون کلمہ مراد آپ کوئی وقت سوز
کچھ دیا بڑی فوری کوشش ہوگا۔

ابو نے مجھے شفقتانہ انداز میں میرے کان سے پوچھا تو رکھا اور پانچ
کا ایک کشت لگا کر اپنی صورتوں سے غریب سلوٹ کے ساتھ کہا۔

"میں آپ کو ساتھ ساتھ لایا گیا ہوں گا۔" ابھی میں نے ساتھ ساتھ کچھ
ایکے فرد کی کام ہے۔

یہ موقع بن اٹھا ہے کیا۔ اسی کے بعد وہ ایک دن تشریف لے گئے اور صرف
اتنا کہہ کے چلے گئے تھے مسرت، چاہتا ہوں کہ اتنے دن حاضر نہ ہو سکے میرا
خیال ہے کہ اب آپ کو تین چار برس تک انتظار کرنا پڑے گا۔

میں نے حرکت سے پرہیز کیا۔ "لیجئے۔"

دوسرے دن۔ "میں غریب گزار کیا جانے گا ہوں۔"

وہ تین دن کے بعد ہی سے سنا کہ وہ بیٹنگ ایک کے وقت گرفتار کر لئے گئے

معلوم نہیں میٹر کہاں ہے۔ شاید وہ تو غیر ذرا بلو زبانی کے پاس سے اور
گھر میں زندگی بسر کر رہی ہے۔

شاید جسے پراسرار دنیا کہا جاتا ہے پرانے دہے کی گھڑی ہے جیسا کہ عام
گھر میں مرتب ہوتا ہے، وہ اپنی ذات کے لئے غریب کر رہا ہے لیکن دوسروں کے
ساتھ میں ایک باقی زیادہ غریب نہیں کرے گی۔

جب وہ شاید اسٹوڈیو میں تھی تو اس کے کسی پرش روٹے سے وہاں
کے سب طرز تک کہہ ہوئے تھے۔ کوڑی کوڑی کا صاحب تھی۔

ایک دن دوسری میں نے بی کی جو ادا ہو چکا تھا اس نے چرتاں کی اور اس
کو موسم ہوا کو صاحب کے علاقے کچھ سود پے اور سارے پانچ آئے پائیں۔
تھے مگر وہ چھ آئے وصول کر چکا تھا چنانچہ بیگ صاحب نے فرما ڈیڑھ میں کو
طلب کیا اور اسے کہا۔ "یہ کیا گڑ بڑ ہے۔" تم نے سارے پانچ آئے
کی جہانے چھ آئے کہیں سے لیوں وصول کئے ہیں۔۔۔

ڈیڑھ میں کو جب دل دکھایا گیا تو واقعی سارے پانچ آئے جیتے تھے اس
سے صاحب میں غصے پر کھڑی تھی۔ چنانچہ اس نے وہ پیسے دے کر اپنی خاموشی
کرائی۔ میں تو اسے اسٹوڈیو کا ہر طرز بیگ صاحب کہتا تھا لیکن میں
کے دل میں اس کی کوئی قدر نہیں تھی اس لئے کہ وہ عام ایگریٹو کی مانند
مغزوں غریب چھرب زبانی اور زیادہ گویا نہیں تھی وہ ایک سبزیب ورت تھی

یہ جذبات ہیں کہ اس نے دوسری شادی کرنی تھی۔

مگر یہ واقعہ ہے کہ اس کی شہادت کے لئے کئی ثبوت موجود ہیں کہ شاہدہ کو ستم لائق سے کوئی دلچسپی تھی۔ اور نہ اب ہے وہ اپنے گھر میں غرض ہے میں نے حال ہی میں اس سے ملاقات کرنا چاہی تاکہ میں اس مصنوع کو بدعلاق امین محل کر سکوں۔ لیکن احمد نے کہا کہ وہ بہت سرگرم ہیں۔

لیکن مجھے الخیہ تہ کہ میں شاہدہ سے ایک روز مزید ملوں گا یہ مصنوع قرہ خیر مستطاد پر جرحی ہی رہی ہوگی لیکن کہ آنکھوں میں حیران کی چراق رہتی ہے اور اس کی چال میں جو فرزہ آدمیا ہیں ہے اور اس کی تعلو میں یرغیب۔ ستم کی افسردگی ہے اس کے تعلق کے مسلمات حاصل کرنا ہیں۔

شاہدہ کے تعلق عام خیال یہ ہے۔ کہ وہ بد دماغ ہے۔ کسی سے ملنا جانا پسند نہیں کرتی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ غلط ہے میں اس سے بیشتر کبر چکا ہوں کہ وہ ناگہانی پسند اور محبت مگر جو عورت ہے اسے اپنے طرح سے اور کسی سے دلچسپی نہیں وہ ایک تسل رہنا پسند کرتا ہے۔ وہ آدمی پیش بجری ہے۔ مگر آپ اس سے پر خلوص امان میں بیت کریں قرہ اینا دل کھول کر آپ کے ساتھ دکھ گی اس کی آنکھوں میں آئینہ نہیں گئے اور وہ اپنے پہلے شوہر مست میدان کو یاد کرے گی لیکن اپنے دوسرے خاندان ذو میر نیر آدم کے اس کی تمام کیا بیات و میں

کہ وہ خانقا اپنے میر پن کی دور سے نہیں محبت کے باوجود اپنے دل کے قرب رہے گی۔

عمن میر دان کے نقطے سے شاہدہ کے ایک روز کا پیدا ہوا۔ جس کا بیاد رہتا ہے۔ ڈیو زیادہ احمد کے نقطے سے ایک روز کا پیدا ہوا ہے۔ نڑ کا شاہدہ ایبٹ بابہ میں ہے اور وہاں کئی سکول میں پڑھتا ہے اس ساتھ میں احمد کی قرینت کرنا پڑھتا ہے۔ کہ وہ اس سے بڑی ہی شفقت سے پیش آتا ہے لیکن ہر سنتا ہے کہ یہ مغض دعا کی جو ہر حال یہ ماننا چاہے کہ احمد میر اس مذہب نہیں کی پرورش ظفر عمن کھجور کر سکتا۔ اس سے کہ وہ ایک۔ لا اہالی م کا امان ہے۔

احمد اور عمن میں زمین و آسمان کا فرق ہے اصدا پنی عطا داد ذانت اور ہر طبیعت کے بل ہوتے پر کا آپ اس کے برعکس عمن ایسے سہارے ذہن میر رہتا ہے جس کا م کرنے کی لغت سے نجات دے سکیں۔

شاہدہ مجھ سے زیادہ ستر جانتی ہوگی لیکن جہاں تک میں اس کے سابق شوہر کو جانتا ہوں وہ اول دبے کا کام چیتا ہے یوں وہ خود کو بیت سعر نہ ظاہر کرے گا۔ مگر اس مسنوی مصر دفین کا بیچہ ہیشہ مصر نی لے گا۔

اس کی زندگی مسلسل تنگ ذہن کی زندگی ہے وہ ہر آنخت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اس نے کو وہ خود ایک بہت بڑی آفت ہے جو منہ اندیشی پر نکل ہوئی ہے۔

یہ اس سے پیشتر عرض کر چکا ہوں کہ وہ روسیوں کی طرح جلاہیکہ بلایہ ہے اسے اگر سنا دیتا ہر گاہ اس کی سلیم کنی روز پہلے تیار ہوجاے ہر گاہ اس کا ہر قسم کا علم سلیم کے قتل افتاد ہے۔

شاید کہ یہ بھی سادی صورت ہے اسے اس کیوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ صرف چاہتا ہے کہ ایک گھر جو جس میں وہ اپنی زندگی گزار رہا ہے۔

وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچا کرتا اس لئے کہ اس کی مغرت میں ایذا رسانی کا مادہ ہی موجود نہیں میں جب بھی اس سے ملاؤں اس نے ہاراکہ اس سے کہوں۔

”تم عیناً کا مذہب اختیار کر کے راہب بن جاؤ۔“ لیکن وہ عیناً مذہب اختیار کرنے پر اس کو مذہب خستہ میں ہے لے لے جو ”حق“ معلوم ہوتی ہے میں وہ پارٹیوں میں باقی ہے لیکن کھنڈ تعلق کے حور پر۔

کہ یہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ اپنے دعوت کے اٹھان پہلے ہے

یا اس فضا سے جس میں وہ سانس لے رہی ہے اسے اپنے گرد و پیش کی کسی چیز سے دل چسپی نہیں۔
شاید اپنے کپ سے ہی۔

اور ہر گاہ ایک تو وہ ہے جو قدرت کی قسم فرمائی ہے چاروں طرف سے پھیل کر نکلے میدانوں میں چلا گیا اور سستہ سستہ چھلکا رہا ہوا ہو سکتا ہے شاید کہ میری اس بات سے اتفاق نہ ہو لیکن اگر وہ خود کہے تو اس کو اس کی تشیبیر کی صفت ماننا پڑے گی۔ قدرت نے اس کو مغرب شریعت کی برکت کی شکل میں دنیا میں بھیجا تھا۔ لیکن وہ اس سے اسے اُبال کر جہلے کا صفت میں تبدیل کر دیا۔

اس میں شاید کہ کوئی مقصود نہیں۔ مقصود صرف ان لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے اس کو فطرت پرست تھاں کیا صحنہ بدانتہا نے اس کو اپنی دشمنی خیال اور آزاد پہنوں کا حوالہ دے کر بار بار صحنہ صحنہ کی کر وہ بھی ان ہی کے فائدہ ہونے کی کوشش کریں نہیں کرتی۔

جب وہ کسی قدر اُبل ہوئی تو ابو زید اس نے اسے اپنی پہلے علم کی ہیر دینے یاد دلا۔ اور وہ جسے غلی دینے کوئی دلچسپی نہیں تھی شاید وہ سے پراسرار دنیا بن گئی۔

یہ ایک شہر سوچا ہوا ہے کہ یہ وہ اشتہادوں میں پراسرار دنیا کا نام بھی

دل کا صبح مل جانے والے۔ میں جس کی ہوں جس محل میں بھی ہوں
 ٹھیک ہے۔ آپ یہ شوق اتنے متقل کیوں ہیں۔

”اگلے کو آپ سے بخت، ایک انداز نگاہ لیجے دیکھیں گے۔“

”آپ کو ایسا ادا ساز نگاہ کو مجھ سے دیکھ نہیں رہی ہیں۔“ میں
 کوئی کھڑا نہیں ہوں۔

”میں آپ کو کھڑا کبھی نہیں سمجھا۔ آپ گشت پرست کی بجائے ہوشیارت
 میں لیکن ایسا ہوشیارت جس سے کہنے کا چھاسلو نہیں کیا۔ آپ کو لگوں سے
 ہے اپنے خالق سے یا ان مردوں سے جنہوں نے آپ کو کھڑا سمجھا۔

پراسرار دنیا کے پچھلے ہونٹوں پر اور بھی زیادہ پکی مسکراہٹ نمودار
 ہوئی۔ جیسے کوئی جنگ کھڑا ٹوٹ گیا ہے آپ مجھ سے اتنی زیادہ
 مت کیجئے۔ میرا سر ہی صدمہ ہو رہا ہے۔“

”میں نے اس کو چہرے کے لئے پوچھا۔ اس درد کا باعث کیا ہے۔“

”جیسے کیا معلوم۔ ڈاکٹر جانتے ہوں گے۔“

”اے تو بزدل اور بے رحمی کا شکار کیسے۔“ میں نے کئی بار بھی
 سنے۔ لیکن میں نے سوچا کہ وہ شام کی بیماری — اصل بیماری کی
 نشانیوں میں سے ہے۔

وہ اب بھی بیمار ہے۔ اس کی یہ بیماری جسمانی نہیں روحانی ہے ڈیویڈ

اس سے وہ اپنی موت واپس کر چکا ہے۔ بس میں کوئی شک نہیں لیکن یہاں
 ملک میں محبت ہوں وہ ایک غلام میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ بس کوئی شک
 بہت کا بھی یقین نہیں کہ وہ زندہ ہے مرے۔ وہ نہ ہونے والی فقار میں
 مستحکم ہے جہاں میں کھڑے بن جاتے ہیں وہ کھٹے پھول جہاں پر
 وہ وہاں شہد کی ہڈی جی میں اور مجھ کو دینے والی تیراب کی ہیں۔

شامہ وہ مسلسل بیمار ہو رہی ہے۔ اور خزاں بھی — خزاں کے سلطان
 میں اس سرایوں کوڑھ سسکتی ہے اور ہمارے موسم میں پت جھڑے۔ اس
 کے کردار کا مطالعہ اور مشاہدہ کرتے وقت کوئی دقیقہ مشاہدہ و توفی سے
 نہیں کر سکتا کہ وہ کس الجھن میں گرفتار ہے۔

موصحات کے باہر۔ عام طور پر پیشہ نگاریاں کرتے رہتے ہیں کہ آج
 صبح صحت سے ہے گا۔ اور آج — گھر پر گرت ہوگی۔ یا بارش — مگر شامہ
 کے شوق کو ایسا جیش گئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ وہ ڈاکٹر ہیں
 وہ برستی جس ہوگی۔ مگر جیتی جس ہوگی اس کا مطالعہ سات میں ہوتا ہے کہ لیکن
 اس پر ڈیویڈ نے احمد کی شخصیت کل طور پر چھائی ہوئی ہے۔

”اتنے اتنے برس گزر جانے کے بعد بھی شامہ سے وہی سلوک
 کرتا ہے جیسا کہ کھٹے پہلی ملاقات پر اس سے کیا تھا۔ وہ اب بھی اس کی
 عزت کرتا ہے خدا جبر جانتا ہے کہ اس کی غلطی کتنی بڑی ہے یہ جہاں دھڑل

اس غریب میں کوئی مسرور نہیں — اگر عورت کو آپ پر اسرار رکھ سکتے ہیں۔ تو آپ کی نادانی ہے۔ وہ عورت ہی نہیں — محض عورت ہے۔

اس سے مل کر سکتا ہے آپ — میرا مطلب ہے وہ دگ جو جبریل کے بن کاہنہ کرتے ہیں تاہم یہ ہیں لیکن سبب یہ کہ اسے جتنا بہت احترام کی تحریروں سے دیکھیں گے۔

میاں، میری معنوی یا غیر معنوی زندگی بسر کر رہے ہیں
ڈیوڈ زچی احمد نے اب خدا معلوم کیا کیا چیز کو تسلیم بنائی ہے اس
نے کہ وقت سے غم کو اپنی ٹرسٹنگ کی معنوی حاصل کی۔
کو اپنی ٹرسٹنگ سے لاکھوں روپے لئے اور اپنا پیاسا منہ ٹھنڈا کیا
اسی علم کے کارکن اس کے حضور تضرع و دست تھے۔
چاپڑا سہا سہا۔

اب احمد بہت ہی قازقی الجھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔ لیکن بے
یقین ہے کہ وہ ان کی گرفت میں نہیں رہے گا۔ وہ اگر نسل در نسل
بہت بڑا قازق و دن ہوتا۔

اس سے وہ ڈھائی بیٹے پیسے کی بات ہے۔ وہ اہل مدینہ پر۔
رحمان میرزا سیر کے پاس آیا میں نے اس سے شاید ادا ہوسکے
مشق کے شوق کو کھنکھ کرنا چاہی مگر وہ گولی کر گیا۔

ڈیوڈ زچی احمد گولی کرنے کا ماہر ہے اس کی جتنی کو کیر معنوی
ہوتی ہے۔ لیکن آپ کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔ کہ وہ اس جہنم میں
آپ کے سوال کا جواب چھاپا ہوا ہے۔

میرزا محمد زندگی میں غریب معیشت حاصل کر کے شاید بہت بڑا سرکاری
کے شوق کہ وہ بھی ٹھہرے گا۔ لیکن یہ کہ میں پیسے خرچ کر چکا ہوں

برقے

غیر جب غرقِ ایزد میں داخل ہوا تو ایک دن اس نے موس لیکر اسے
کہا کہ یہ ہے۔ اور میں بھی بہت شہرت کمابہ میں اکثر ان انبیاء
دان سے بھی بہت مودت و محبت تھا ہے۔

موس کا پاس سے خوشی خوشی واپس آیا کہ غرقِ ایزد میں یہ اس کو بلان
تھا جہاں وہ اپنے گھر سے داخل ہونے لگا اس نے ایک برقعہ پوش
لڑکی دیکھی جو ٹلنے سے اتر رہی تھی۔ اس نے ٹلنے سے اترتی ہوئی
ہزار ہا رو کیاں دیکھی تھیں۔ مگر وہ لڑکی جس کے ہاتھ میں چتر لکڑی
تھیں سیدھا اس کے دل میں اتر گیا۔

لڑکی نے ٹلنے سے روک کر کہا ادا کیا اور غیب کے ساتھ اسے
مکان میں چھپی گئی۔ غیب نے سوچنا شروع کر دیا کہ اتنی دیر وہ
اس کی جگہ کیسے غائب ہے۔

اصل میں غیب کو شہرتِ زہرا نہ تھی تھا اس کو صرف اپنی ذات

سے دلچسپی تھی۔ مجھ اسے — کانچ تھے بیکھرے۔ گھر واپس گئے
کھانا کھایا — سحرِ زلی ویر آرام کیا اور سحر میں مصروف ہو گئے۔

یوں تو کانچ میں کئی رو کیاں تھیں اس کی ہم جہالت مگر غیب نے کبھی
ان سے بات چیت نہیں کی تھی یہ نہیں کہ وہ بڑا روکھا چھپکا انسان تھا
اصل میں وہ ہر وقت اپنا پڑھائی میں مشغول رہتا تھا مگر اس کو جذب
اس نے اس لڑکی کو ٹلنے سے اترتا دیکھا تو وہ پریشانی مانتی
کہ اتنا سبقت پا کر جہاں لکڑی کا خراجہ عاقبت کے ہم نے اشد کے
معلق اس کے ذہن سے چلنے اور وہ صرف ان ہاتھوں کے
مستحق سمجھنے کے جن میں کتابیں تھیں — چلنے پھرنے کی
ایک انگلی میں ان کو سحر دوسرا ہاتھ میں نے ٹانگے سے لکڑی ادا کیا
وہ بھی وہی ہی خوبصورت تھا۔

غیب نے اس کی شکل دیکھنے کی کوشش کی مگر نقاب اتنی سوتی
تھی کہ اسے کچھ دکھانا نہ دیا لڑکی تیز تیز دم اٹھا کر اس کے
ساتھ دونوں مکان میں داخل ہو گئی۔ اور غیب نے یہ تک کھڑا سوچنا کہ
کہ اتنی کم نامہ ہونے کے باوجود وہ کیوں اس کی موجودگی سے غافل
ہوئے میں جا کر اس نے اپنی ماں سے پہلو سوال یہ کیلے ہندے بڑوس میں
کون دہتے ہیں۔

اسکی دل کیلئے یہ سوال قیہ خیز تھا۔ کیوں نہ
میں نے ایسے ہی پوچھا ہے۔

اسکی دل نے کہا۔ "میرے دل میں چاندی طرح۔"
غیرت پر چھا۔ کون دلی کیا کہتے ہیں؟

میں نے جواب دیا۔ "اپنے چہرے کا مرکز ہے۔ دل کی وہ طرف
اور نہ دیکھو رہے اب تین نہیں اب ایک ہی ہے۔ جاتی سب سے
بڑا ہے وہی وہ کمر۔ وہی ہاں سب بہت اچھا لگے۔ اس نے
اپنی شانہ جیسے کہ نہیں کی کہ آئینہ دیکھ کر کہے کہ میں ہے۔"

غیر کر تین ہوں گے اس وجہ سے کہ وہی ہیں تین ہوں گے
اکوت ہی کے گاڑوں پر تھا وہ صحت اس لڑکے کے چہرے میں جاتا
جاتا تھا جو آخر میں گناہ میں سے مساحت دیکھ کر میں جاتی ہوئی تھی
یہ آقا پر تھا کہ وہ ان تین ہوں گے سے ایک تھی۔

لکھنے سے نہایت ہر کردہ چٹکے کیلئے لپٹ لیا اسکی دانت تھی کہ
وہ کریموں میں لکھنے کے لیا ایک لکھنے تک جیروں سوا کرتا تھا۔ مگر
اسکو ہذا سے خیر نہ آتی وہ اسکو لڑکی کے شوق سوچتا تھا۔

کوڑوں کو لڑ گئے۔ کوڑوں کو نہ بڑھتا تھا۔ کہانی سے اگر کوئی نہ سنے
موت کوئے پر گھنٹوں دھوپ میں کھڑے رہ کر اسکی آمد کا انتظار کیا۔

گر وہ نہ آئی۔ غیر ایکس ہو گیا وہ بہت جلد ایکس ہو جانے والا ہو گیا
تھا۔ اس نے سوچا کہ یہ سب کیا ہے۔ مگر شوق لپٹ کر یہ بیکار ہی ب
سے جڑی چہرے شوق میں سب سے بڑے عاشق کا کسی چیز سے دوسرے ہے
چنانچہ غیر نے اپنے دل میں صبر کر لیا کہ پھر لڑائی توٹ پڑی تو وہ لکھنے
گا نہیں اپنے شوق میں ثابت قدم رہے گا۔

بہت دانت لپٹا جب وہ سائیکل پر لڑکے سے داپس آ رہا تھا اس نے
اپنے دل کی ایک ٹانگہ دیکھا جیسے ایک برقعہ پر لڑکے کی شوق تھی اس کا تکیس ہاں
وہ تھلا کر کوڑوں وہی لڑکی تھی۔ تا ٹکر لگا۔ غیر سائیکل پر تھرا۔
لڑکی کے ایک ہاتھ میں کئی برس تھیں وہ سب سے بڑا تھا سے اس نے نہ لگے
کر لڑکی ایک اور چل کر لڑکے کے لئے پکارا۔ سب نے لپٹا لپٹا۔ یہ کیا
دانت تھے۔

اس کے لئے یہ تین تھری تھی۔ لڑکی دلی۔ لپٹ لکھنے کے لئے کہنے
برقعے کا غلاب میں سے دیکھا۔ لکھنے۔ کیا بات ہے؟
لکھنے والا بچے اور کیا بات؟ جیروں پر عاشق دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ آقا
آپنے میں نہیں ہے۔

لڑکے تین لڑائی آ رہی تھی۔ میں ہمیشہ آتا رہتا ہی دیا
لڑکی ہوں۔

ٹانگے وہ بڑا دلیریات منہ کا کوئی تھا۔ والا۔ کہ آپ سے رعایت کرتے ہوں گے۔ مگر

یہ سن کر غیر کو طیش آگیا اس ٹیکل چھڑ کر آگے بڑھا آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ایک مکا ٹانگے مکے کی ٹھوڑی کے نیچے جا رہا وہ ابھی سنبھلا بھی نہ تھا کہ ایک ادا اس کی داہنی کچن پر اس منہ کا مادا کر وہ جیسے اٹھا اس کے بغیر اس لڑکی سے جو ظاہر ہے کہ گھر کی حق تعالیٰ ہر ایک تفریح سے جیسے میں اس سزاؤ سے تپتے رہا گا۔

روز کا نہ کچر کچر پناہ شاید شکر کے انصاف تھے۔ جہاں زبان کی زلزلہ پر آکر واپس چلے گئے۔ وہ چل گئی۔ وہیں قدم ہی آگئے مگر خیر کو پرے ہی منہ اس ٹانگے مکے سے ٹپتے میں گئے وہ بڑا ہی دلیر منہ کا ٹانگے والا تھا۔

خیر بہت خوش تھا۔ کہ اس نے اپنی محبوب کے مکے بڑے بے بسی کا مظاہرہ کیا اس نے ٹپتے مکے کو خوب دینا تھا ادا اس نے یہ بھی دیکھا تھا۔ کہ برقع پوش لڑکی اپنے گھر سے چن چن کھڑکی کے نیچے سے اس کو دیکھ رہی ہے یہ دیکھ کر خیر منہ دھگھگھنے اس کو چھت کی طرف سے بچنے لگا دیتے تھے۔

اس کے بعد خیر سے جیڑک اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

اس نے اپنی والدہ سے مزید استفادہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا نام ڈی سین ہے مینا نہیں ہیں۔ آپ سوچا کہے ماں ننگے سے صحران کی جائیداد ہے جس سے کہنے پر ماں ب کا گلا وہ رہا ہے۔

خیر کو اب اپنی مشورہ کا نام معلوم ہو چکا تھا چنانچہ اس نے ڈی سین کے نام کی خود کو بچا جس میں چھوڑ گئے مگر چھوڑ گئے۔ لیکن اس نے ایک حد تک خود کو بچا۔ اور تیرہ کر لیا کہ وہ خود اس تک بچا رہا۔ گا۔

بہت روز کے بعد جبکہ خیر سٹیکل پر کھڑک سے دیکھ کر ادا اس نے ڈی سین کو ٹیکر میں دیکھا وہ اتر کر دیا ہی تھی۔ ایک کہ وہ آگے بڑھا جبکہ خود نکلا اور بہت اور جرات سے کام لے کر اس نے کاغذ کا طرت بڑھا دیتے یہ آپ کے کچر کاغذ ٹانگے میں رہ گئے تھے۔

ڈی سین نے وہ کاغذ سٹے۔ غصہ کیا پڑا اس کو کیا

مشکریہ۔۔

یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ خیر نے امین کا سامن یا لیکن اس کو دلا رکھ رکھ کر ادا اس نے اسے معلوم نہیں تھا کہ اس کاغذ کا کیا حشر منہ دلا ہے اور وہ جس سے مشرکے مشق سے پہلے رہا رہا تھا۔ کہ ایک اور ناخوش اس کی ٹیکل کے پس بگا۔ اس کی جی سے ایک برقع پوش لڑکی اتری۔ اس نے ٹانگے سے کو لایا وہاں۔ یہ ہر جس سے کو لایا گیا یا اس کی دیکھا ہی تھا جیسا

اس لڑکی کا عقد جبراً پہلے مرتبہ نہیں دیکھا تھا۔

کرایہ ادا کرنے کے بعد یہ لڑکی اس مکان میں چلی گئی۔ جہاں یاسین
گئے تھے۔ غیر سوچا رہ گیا لیکن اس کو معلوم تھا کہ تین نہیں رہیں
مکان تھا کہ یہ لڑکی یاسین کی بھرتی نہیں ہو۔

خوش کہ غیر نے یہ سمجھا تھا کہ ادا کیا گیا ہے لیکن جب
دوسرے دن سے کرایہ بدلتا وقت ایک جہاں سے لڑکی کے گھر کا ایک کچھ
لا کر اسے پیش کر گیا کہ پورا مہینہ لڑکی کی ہے لکھا تھا۔

وہ ایک کامیت نامہ ملازمین جن جناب کا اظہار اپنے سے کیا ہے اس
کے متعلق میں کہنے سے کہہ نہ سکتا۔ میں۔ میں۔ میں اس سے متاثر
نہیں کہہ سکتا۔ مجھے اپنی لڑکی سمجھئے۔

یہ روبرو کر غیر کی بچپن کی گیتیں کہتا تھا کہ لڑکی پر رشید لڑکی
بہو سداقت نامہ میں لکھا تھا اس وقت کہ پڑھتا رہا۔

وہ دن گزرتے۔ مگر یاسین سے غیر کی شہریت نہ ہوئی اس وقت
کوئی نہ رہی تھی۔ اس کے کسے ایک لڑکا جو محبت جبراً نکلا رہا۔
تھا۔ اور وہ بچا تھا کہ عہدہ جہاں اس کی بچپن سے۔

غیر نے سوچا کہ وہ غیر کو لائے جس غیر کی جب وہ کرایہ ادا
کے کہ تین سے پہلے ایک دن اگر وہ لائے جہاں یاسین کا بھوکا

دھندہ یہ آپ کے چند کاغذات لکھنے میں رہ گئے ہیں۔

یاسین نے ایک لکھنے سے جبراً ہونے چکے کے ساتھ اپنا ہاتھ
چھڑایا اور تیرے لیے میں لکھا
"بیکر کہیں کے" — شرم نہیں آتی نہیں۔

یہ کہ کہ وہ چھوٹا — اور غیر کے محبت جبراً ختم کے گھر تک
پر چھوٹا ہونے کے وہ محبت جبراً ختم کہ وہ لڑکی جس نے یہ کہ
تھا۔ کہ مجھے اپنی لڑکی سمجھئے۔ حق و عدالت سے کہیں بچپن کا کہتے
یہ کہ افکار و فکر ہے۔

وہ دن گزرتے۔ مگر غیر کے دل دھندہ پر یاسین کے یہ افکار و فکر
گہنے رہتے تھے۔ جب غیر کہیں کے شرم نہیں آتی نہیں۔ لیکن اس
کے ساتھ ہی اسے اس وقت کے افکار و فکر میں میرے لکھا تھا۔ مجھے
اپنی لڑکی سمجھئے۔

غیر نے اس دوران میں کسی لمحے اور بھڑکنے وہ چاہتا تھا کہ
خاص و مفرد افکار میں یاسین سے کہے کہ اس نے بیکر کہ لکھی محبت
تو میں کہتے کہ اسے اپنے افکار نہیں تھے تھے۔ وہ خود لکھا تھا کہ
اسے پر خفا تھا کہ میں کہتا کہ وہ وقت ہے

ایک دن ایک لڑکا یا اس کے ہاتھ میں ایک افکار و فکر کہ

سَعَادَتِ حَسَن مَنُور

مشورہ تو کسی کو شرم دلاتا ہے نہ کسی کو راز دہاں
لا ناچا ہوتا ہے۔ وہ تو شرعی طہریہ مشکرامہ کے سٹوٹاں
سے پیر کو ہے کہ تم اگر چاہو بھی تو ہتھکے بہت دور
جیسے چلے گئے اس اعتبار سے مشورہ انسانی فطرت پر کہیں
فرادہ دہرے سے نظر آتا ہے۔

محمد حسن عسکری

مشورہ زندگی کے زہراب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔
چھوٹے اچکھے اژدہا وہ ایک فشرین کریمین کے قلعہ
مادے کو خارج کرنا چاہتا ہے۔ میری چیختا ہے چلنا ہے
بین کرتا ہے مشورہ کو اس کی پردہ نہیں وہ اس قدر بیخیم
ہے کہ کلوروفارم دینا بھی پسند نہیں کرتا۔

حکمران حسن

مشورہ آدم کی جبرائٹ گھاؤ کا قائل ہے۔ مشورہ انسان فُری
ہے نہ تازی، وہ آدم خاک ہے۔ وہ وجود خاک جس میں
بنیادی گھاؤ، فساد، قتل و غور و غیرہ کے ہادی ہے۔ خدا نے فُری
فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ اس کے سلسلے سجدہ ریز ہو جائیں۔

مستاز شیریں

محکمہ شعر و ادب، سمن آباد، لاہور ۲۵

یاسین نے اس کو بے شمار گایاں دیں مگر وہ ہلکے بے بات سن
نہ سکا۔ یاسین غلط ہے کہ کوئی دیکھ نہ۔ وہ اپنے ٹھیکہ دار
الٹا ہی دور قریب تھا کہ اپنی گایاں جس چیز، اسٹیڈ کے ساتھ جکر کچ کا
رخ کر کے لانا چاہتا تھا یاسین اس میں پہل آدہ چلی گئی۔ پھر نے جہان
کا سانس یا تنے میں ایک ادھر برج پر مشورہ کو مزید ہر ہی اس گری سے
جس میں سے یاسین نکلی تھی اس نے ٹھیکہ طرف دیکھا اور اس کے
اشارہ کی گزیر دلا ہوتا ہے۔

جب لڑکے دیکھا کہ نہیں اس کا مشورہ نہیں مجھ تو وہ اس سے
قریب ہے گویا وہ مشورہ گزیر چلی گئی۔

پھر نے کا غذا کو وہ پر نہ اٹھا اس پر بھی تھا۔

”تم کہ کہ لے اپنی میر قوت بندہ دے۔ تمہاری میری اور ہے
کیوں نہیں میں۔“ پھر چلا گیا پھر پھر۔ پھر نے۔

یاسین نے